REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۲   شمارہ ۸

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم
نائب مدیر:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۲ر رمضان ۱۴۱۳ ہجری   ۲۵ر تبلیغ ۱۳۷۲ ہش   ۲۵ر فروری ۱۹۹۳ء

روزہ کے فضائل و برکات

احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں

★ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ وَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔

(بخاری باب فضل الصوم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔ پس روزہ دار نہ کوئی بیہودہ جنسی بات کرے اور نہ لڑائی جھگڑا۔ اگر کوئی آدمی اس سے لڑائی کرے یا گالی گلوچ دے تو روزہ دار جواب میں دو بار یہ کہے میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔ فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ روزہ دار خدا کے لئے کھانا پینا اور اپنی خواہشات چھوڑتا ہے۔ فرمایا روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دُوں گا۔ اور ہر نیکی کا بدلہ اس سے دس گنا ہے۔

★ — عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا یَكُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ وَكَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ كُلِّ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ۔ (بخاری)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی زیادہ ہوتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ اور قرآن کریم کا دَور کرتے تھے۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں تیز آندھیوں سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

★ — عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْیَا لَیْلَهٗ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ۔ (بخاری کتاب الصوم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمرِ ہمت کس لیتے۔ اور اپنی رات کو (عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے ۔

"بڑے ہی بد قسمت ہوں گے وہ لوگ جو رمضان کو پائیں اور برکتیں حاصل کئے بغیر خالی ہاتھ اس میں سے نکل جائیں۔" (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۹ر فروری: سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

حضور پُرنور ایدہُ اللہ تعالیٰ نے مسجد فضل لنڈن سے خُطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے بتایا کہ گزشتہ دنوں ہندوستان میں بدترین فسادات کا سلسلہ شروع ہُوا۔ ان فسادات کے نتیجہ میں جہاں کثرت سے مسلمان متأثر ہُوئے ہیں وہاں ایک حد تک ہندو بھی متأثر ہوئے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بلالحاظ مذہب و ملت ہر دو مذہب کے مظلومین کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ حضُور نے فرمایا بمبئی کے خُدام، لجنات اور انصار بڑے لمبے عرصہ سے بمبئی کے متأثرین کی خدمت میں مصروف ہیں اور خدمت کرنے میں ہندو اور مُسلمان میں فرق نہیں کرتے۔ ایسے ہندو علاقوں میں بھی پہنچے جہاں جانے سے جانوں کو بھی خطرہ تھا۔ لیکن یہ وہاں بھی پہنچے۔ اور کھانے کے سامانوں، برتنوں اور ہر طرح کے دیگر ضرورت کے سامان دے کر خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جلے ہوئے مکانات کی تعمیرِ نَو میں بھی جماعتِ احمدیہ بفضلہ تعالیٰ بھرپُور حصہ لے رہی ہے۔ اسی طرح یو۔پی اور راجستھان کے علاقوں میں جماعت نے امن کے قیام کے سلسلہ میں بھرپور کوششیں کی ہیں۔

خُطبہ جُمعہ جاری رکھتے ہوئے حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ نے بوسنیا کے مظلوم مُسلمانوں میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے کی جانے والی خدمت کا تفصیل سے ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا بوسنیا کے مظلوم مُسلمانوں پر جیسے مظالم ڈھائے گئے ہیں اُن کے ذکر سے بھی انسان لرز اُٹھتا ہے۔ حضور نے فرمایا اس ضمن میں جو کارروائیاں کی جا رہی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بوسنیا سے ٹیلی ویژن کا نمائندہ وفد کل سے یہاں آیا ہُوا ہے۔ اور سویڈن کے کچھ نمائندے جو اس خدمت میں پیش پیش ہیں وہ بھی یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ اُن کے ذریعے ہمیں بہت سی ویڈیو کیسٹس ملی ہیں۔ انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ ہماری طرف سے جماعتِ احمدیہ یہ خدمت کرے کہ ان کیسٹس کو، مظالم کی ان داستانوں کو کثرت سے ممالک میں پھیلایا جائے۔ کیونکہ اب تک جو دنیا میں دکھایا گیا ہے وہ بہت کم ہے۔ انہوں نے جو ویڈیو کیسٹس دی ہیں ان کے متعلق میں جماعتِ احمدیہ عالمگیر کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کچھ خرچ کرکے بھی اپنے اپنے علاقوں کے ٹیلی ویژنوں میں آپ ان کو دکھا سکتے ہوں تو ضرور دکھائیں۔ بعض کیبل ٹیلی ویژنوں کے ذریعہ انہیں دکھایا جا سکتا ہے۔ (باقی دیکھئے صفحہ ۱۵ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۵ تبلیغ ۱۳۷۲ ہش

ایثار و قربانی کا مہینہ

قرآنِ حکیم میں جس طرح سورہ فاتحہ کو باقی تمام قرآنِ مجید کے خُلاصے کے طور پر پیش کیا گیا ہے بالکل اسی طرح سال کے گیارہ مہینوں کے مقابل پر رمضان کا مبارک مہینہ تمام سال کے خلاصے کی حیثیت رکھتا ہے۔ سُورہ فاتحہ کی مختصر لیکن نہایت حسین اور جامع و مانع سُورت میں جس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کا نہایت دِلکش نقشہ کھینچا گیا ہے۔ رمضان کا مبارک مہینہ باقی تمام سال کے مقابل پر عملی رنگ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ایسا ہی جاذبِ نظر نظارہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا ہے:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ.　(البقرۃ: ۱۸۶)

یعنی رمضان کا مہینہ وہ (مبارک مہینہ) ہے جس میں قرآن مجید کا نزول (شروع) ہُوا۔ (وہ قرآن)، جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے۔ اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔

اس لحاظ سے یہ ماہِ مبارک گویا نزولِ قرآن کی سالگرہ ہے۔ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس ماہ میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید کا دَور ضرور مکمل کیا جائے۔ اس مبارک ارشاد کی گہرائی میں یہ فلسفہ پنہاں ہے کہ جس حد تک ممکن ہو اِس مہینہ کو قرآن مجید کے ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں گزارا جائے۔ یعنی جہاں ہم اس مہینہ میں حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دیں وہاں حقوق العباد کے تقاضوں کو بھی نہایت احسن رنگ میں پُورا کریں۔ جس طرح ہم اس ماہِ مبارک میں پہلے سے بڑھ کر نفلی عبادات بجا لاتے ہیں اور تکلیف اُٹھا کر بھی رات کے آخری حصّہ میں نماز ادا کرتے ہیں اِسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ حقوق العباد کے معاملہ میں بھی ایثار و قربانی کے جذبہ کو مدِ نظر رکھیں۔

آج کا یہ دَور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں، ہر مُسلمان سے، ہر سچّے اور پکّے مُسلمان سے ایثار و قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ آج ہمیں پہلے سے کہیں بڑھ کر اسلام کی سُنہری تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ اِسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اسلام ہر ایک رنگ و نسل قوم و ملک کے انسان کو اپنے اندر سمونے کی طاقت رکھتا ہے تو ہمیں اپنے اِس دعویٰ کا ثبُوت پیش کرتے ہوئے ایثار و قربانی کے جذبہ کے تحت ہر فردِ بشر کو خواہ وہ ہمارا دُشمن ہی کیوں نہ ہو، اپنے گلے سے لگا کر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم ایک ایسے مذہب کے ماننے والے ہیں جو دُشمنوں کا بھی خیر خواہ ہے۔ اگر دُوسرے مذاہب کے کچھ جنُونی لوگ اپنی قوم کی جھُوٹی محبت میں اسلام اور مُسلمانوں سے اجنبیت و نفرت کا سُلوک بھی کریں تو ہمیں اُن سے کوئی گِلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب اپنی اپنی قوم و برادری کے لئے تھا۔ پھر اگر ہم بھی عالمگیریت کا دعویٰ کر کے قوم و برادری کی بات کرنے لگیں تو ہم میں اور باقیوں میں فرق کیا ہُوا؟ پس اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر ایک کو اپنے گلے سے لگانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مجھے عِلم ہے کہ یہ بات حال ہی میں بالخصوص مہاراشٹر اور گجرات کے زخم خوردہ مظلوم مسلمانوں کو زیادہ اچھی نہیں لگے گی لیکن کیا کیجئے کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ اور اس کے لئے نہ چاہتے ہوئے بھی حوصلہ دکھانا ہوگا۔ اس عظیم سبق اور حوصلے سے بھرپُور سبق کی شروعات ہم رمضان کے اس مبارک مہینے سے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حوصلہ اور صبر کھو دینے والے انسانوں کو حوصلہ اور صبر عطا کرنے کے لیے رمضان ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔

پس رمضان ہمیں معاشرتی دُنیا میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ معاشی دُنیا میں امانت و دیانت کے قیام اور خیانت سے بچنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اخلاقی دُنیا میں جھُوٹ سے کنارہ کرنے اور سچ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اِسی طرح قُربانیوں کے میدان میں ایثار و قُربانی کے جذبوں کو فروغ دیتا ہے۔ ایک روزہ دار خود بھُوکا اور پیاسا رہ کر دُوسروں کی بھُوک اور پیاس مٹانے کی فِکر میں رہتا ہے۔ لیکن صرف اپنوں کی نہیں بلکہ خدا کی تمام مخلوق جن میں انسان کے علاوہ دیگر جاندار بھی شامل ہیں اِس ایثار و قُربانی سے یکساں فیضیاب ہوتے ہیں —— لیکن اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو حسبِ ارشادِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ایسے اِنسانوں کو روزہ سے بجُز اس کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ بھُوکے اور پیاسے رہ کر اپنی جان کو تکلیف میں ڈالتے ہیں —— !!

اب دیکھیئے کہ روزہ دار کا معاشرہ کتنا حسین معاشرہ ہے جس میں فتنہ و فساد کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ ہر طرف ہمدردی و محبت کی خوشبودار ہَوائیں چلتی ہیں۔ اور تعلیم یہ ہے کہ جس طرح رمضان کے مہینہ میں اپنے آپ کو پاک رکھ کر معاشرہ کو پاک رکھا جاتا ہے بالکل اسی طرح تمام زندگی کو پاک و صاف رکھا جائے۔ زندگی کا یہ حُسن اور یہ رعنائیاں صرف زبانی باتوں سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے حقیقی مُسلمان بننے کی ضرورت ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر حدیثِ قُدسی کا یہ ارشاد پُورا ہوتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور مَیں خود روزے کی جزا بن جاتا ہُوں۔ یعنی ایسے انسان کو خوشنودیٔ خداوندی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن مُسلمان کہلا کر خُدا اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات و احکامات پر عمل نہیں کرتا وہ نہ صرف یہ کہ حقیقی مُسلمان کہلانے کا حقدار نہیں بلکہ اسلام پر ایک بدنُما داغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے دیکھ کر دُوسروں کو اسلام کے حسین چہرہ پر انگشت نُمائی کا موقعہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی برکات سے وافر حصّہ عطا فرمائے اور دینِ اسلام پر دِل و جان سے عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ اور خدا کرے کہ ہماری تمام زندگی ماہِ صیام کے تقاضوں کے مطابق ہی گزرے۔ آمین ٭

(مُنیر احمد خادم)

بدل دے جو ہَوا کا رُخ خُدایا وہ کرامت دے

جہاں پر کلمہ پڑھنا جُرم ہو سب سے بڑا یارب
خُدایا ایسی نگری کی حکومت کو ہدایت دے

ہے قدغن احمدی پہ ہر قدم پر، وہ کِدھر جائیں
خُدایا ایسی حالت میں اُنہیں تو اِستقامت دے

خُدایا تیرے کُن کہنے سے، کیا کچھ ہو نہیں سکتا
بدل دے جو ہَوا کا رُخ، خدایا وہ کرامت دے

مِری نگری میں مولیٰ کچھ تو کر، غیُور تو پیدا!
بُجھا دیں آگ ظُلموں کی، اُنہیں تو ایسی طاقت دے

جُھکیں گے تیرے در پہ ہی، مِرے آقا مِرے مولیٰ
نہ ڈر پیدا ہو دِل میں کچھ، ہمیں ایسی شجاعت دے

مِرے آقا وطن سے دُور بیٹھے ہیں جو مدّت سے
وطن کو پھر وہ لوٹیں شان سے ایسی بشارت دے

یقیں رکھتا ہُوں اے مولیٰ بدل جائیں گے یہ دِن بھی
ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے کی لیاقت دے

(خواجہ عبد المومن۔ اوسلو (ناروے)

خطبہ جمعہ

سیاست میں گرتی ہوئی اخلاقی حالت دنیا کیلئے اس وقت سب سے بڑا خطرہ بنتی ہوئی ہے

سیاستدان کو اس وقت سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مذہب میں دخل اندازی چھوڑ دے

سیاست میں عدل کے تصور کو اپنائیں اور اپنے مذہب کو اپنی سیاست پر حکمران نہ بنائیں

ہندوستان اور پاکستان کے سیاستدانوں کو حضرت امام جماعت احمدیہ کی دردمندانہ نصیحت۔ فرمودہ ۸ر صلح (جنوری) ۱۳۷۲ ہش / ۱۹۹۳ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝"

(سورۃ الممتحنہ: آیت ۹،۸)

بعدہٗ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

تقریباً دس سال کا عرصہ گذر رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کیسٹ کے ذریعہ سے

خلیفہ وقت کا پیغام

تمام دنیا کے احمدیوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلے صرف آڈیو کیسٹس کے ذریعہ یہ پیغام پہنچانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ پھر ویڈیو کیسٹس بیچ میں شامل ہو گئیں۔ لیکن بے حد محنت کے باوجود، بہت ہی جانفشانی کے ساتھ کام کرنے کے باوجود بہت ہی معمولی اور کم حصہ جماعت کا تھا جس تک یہ آواز پہنچ سکی حالانکہ میں جانتا ہوں کہ کئی ممالک میں خدمت کرنے والوں کی بعض رضاکار ٹیمیں ہیں جو بہت وقت خرچ کرتی ہیں اور ایک کیسٹس سے آگے کیسٹس بنانا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کوالٹی اچھی ہے۔ پھر مختلف پتوں پر ان کو بھجوانا۔ ان کے حسابات رکھنا بڑا لمبا محنت کا کام ہے لیکن جماعت کرتی رہی۔ پھر بھی احباب جماعت کی بہت ہی تھوڑی تعداد ہے جن تک یہ پیغام براہ راست خلیفۂ وقت کی زبان میں پہنچتے تھے۔

اس کوشش کی وجہ یہ تھی کہ میرا تجربہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بات کوئی دوسرا پہنچاتا ہے۔ اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا براہ راست خلیفۂ وقت سے کوئی بات سنی جائے میرا اپنا زندگی کا لمبا عرصہ دوسرے خلفاء کے تابع ان کی ہدایات کے مطابق چلنے کی کوشش میں صرف ہوا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پیغام پہنچائے کہ فلاں خطبہ میں خلیفہ نے یہ بات کی تھی اور خطبہ میں خود حاضر ہو کر وہ بات سننا ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے پیغام خواہ کسی کے ذریعہ پہنچے اطاعت تو پھر بھی کی جاتی ہے لیکن پیغام کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ پیغام پہنچانے والے میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ جس جذبے کے ساتھ، جن باتوں کو ابھار کر نمایاں کر کے پیغام دینے والا پیغام پیش کر رہا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح پیغام کو آگے پہنچائے کہ انہی کے جذبات، اس کے زیر و بم تمام کے تمام پیغام کے ساتھ دوسرے شخص تک منتقل ہو چکے ہوں کوالٹی کا بیچ میں ضائع ہونا

یعنی اس کے مزاج کا بیچ میں ضائع ہو جانا ایک ایسی طبعی بات ہے کہ انسان کی یادداشت تو زیادہ بھولتی ہے لیکن الیکٹرانکس کی یادداشت کے ذریعہ جو پیغام کیسٹ سے کیسٹ میں منتقل کئے جاتے ہیں تیسری، چوتھی پانچویں GENRATION میں جا کر اس کیسٹ کا مزاج بھی بدل جاتا ہے اور وہ بات ہی نہیں رہتی جو پہلی کیسٹ میں تھی اسی لئے MOTHER کیسٹ کو ہمیشہ سنبھال کر رکھا جاتا ہے۔ تاکہ آگے اسی سے بار بار دوسری کیسٹس تیار ہوں تو یہ مشکل تھی جس کی وجہ سے جماعت نے کوشش کی کہ کیسٹس کے ذریعہ پیغام پہنچے تو کیسٹ کے واسطے سے احباب جماعت پورا پیغام خود سنیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت محنت کے باوجود وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا بعض جماعتوں کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہاں اگر دس ہزار آبادی ہے تو بمشکل دو یا چار سو ایسے احمدی ہیں جو استفادہ کر سکتے تھے یا کرتے رہے اور باقیوں کے متعلق محض رپورٹ ہی ملتی رہی ہے کہ کیسٹس بھجوائی جا رہی ہیں اب اللہ تعالیٰ نے وہ انتظام فرما دیا ہے کہ جہاں تک خطوط سے میں نے اندازہ کیا ہے اتنے دور دراز علاقوں میں بیٹھے لوگ نہ صرف براہ راست سن رہے ہیں بلکہ دیکھ رہے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے حیرت سے انسان آج کی دنیا کی سائنس کا منہ تکتا رہ جاتا ہے کہ اس نے انسان کے لئے کیسی کیسی سہولتیں مہیا کر دی ہیں۔ زمبابوے سے خط ملتا ہے۔ نائیجیریا سے خط ملتا ہے مشرق بعید سے خط ملتے ہیں۔ دور دراز کے علاقوں سے خطوط آتے ہیں اور وہ سب یہ بیان کر رہے ہیں کہ ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ ہمارے سامنے کھڑے ہوں اور ہم اسی مجلس میں بیٹھے ہوں۔ یہ پورے کا پورا احساس منتقل ہو جانا یہ نہ کیسٹ کے ذریعہ ممکن ہے نہ ویڈیو کے ذریعہ ممکن ہے ویڈیو میں بھی اگرچہ تصویر دکھائی دیتی ہے مگر کوئی زندہ تاثرات نہیں پہنچتے۔ ویڈیو ایک قسم کی تصویر ہے لیکن

براہ راست ٹیلی ویژن کے ذریعہ پیغام

اور تصویر جب پہنچتی ہیں تو اس کے ساتھ زندگی بھی پہنچ رہی ہوتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو اس مجلس کا حصہ محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا دل دھڑکتا ہے یہ کیفیات سب دنیا سے مل رہی ہیں اور خوشی کی بات یہ کہ بہت سے غیر مسلم بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اب ہمارے خطبات میں شامل ہونے لگ گئے ہیں۔ اور دوسری تقاریب میں بھی براہ راست ٹیلی ویژن سے استفادہ کر رہے ہیں ابھی دو دن پہلے نائیجیریا کے ایک بہت تعلیم یافتہ صاحب حیثیت عیسائی دوست تشریف لائے تھے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کا فلاں خطبہ بھی سنا تھا جو قادیان کے جلسہ

ہے پہلے کا قدرا در جلسہ کے بعد دن کی تقریب میں بھی شامل ہوا آخری تقریب میں بھی شامل ہوئے اور میرے دل پر اتنا اثر پڑا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا کہ کیا کیفیت ہے وہ دعا کی غرض سے اور یہ بتلانے کے لئے حاضر ہوئے تھے کہ میں مستقل تعلق رکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے ہی بتایا کہ اس طرح بات اور بھی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ ایک نے سن کر دوسرے دیکھنے کا خواہشمند ہو جاتا ہے اور پھر اس سے تیسرا۔ اللہ کے فضل سے اب یہ غیر مسلموں میں اسلام کا پیغام پہنچانے کا ایک بہت ہی عمدہ ذریعہ ثابت ہوگا ۔۔۔ پھر ربوہ میں اور ربوہ سے باہر پاکستان کی دوسری جماعتوں میں تربیت کے لحاظ سے مجھے بڑی سخت فکر رہتی تھی کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کسی کی معرفت پیغام پہنچنا اور بات ہے اور پھر درمیان میں ایک مشکل یہ آپڑتی ہے کہ جو لوگ رفتہ رفتہ کمزور ہو رہے ہوں۔ ڈھیلے پڑ رہے ہوں ان تک پیغام ویسے ہی نہیں پہنچتا یعنی وہ مسجد میں حاضر ہوں تو ان تک بات پہنچے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر عہدیدار ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ اور ہر کمزور جو گھر میں بیٹھ رہنے والا ہے اس تک آواز پہنچائے لیکن اب یہ معلوم ہو رہا ہے اور یہ صرف پاکستان کا ہی حال نہیں بلکہ باقی جماعتوں سے بھی یہی اطلاع مل رہی ہے کہ وہ احمدی جو بہت سست تھے جو کبھی جمعوں میں بھی نہیں آتے تھے جو کبھی دوسری مجالس میں شریک نہیں ہوتے تھے ان کے لئے بھی یہ بالواسطہ سننے کا مگر اس طرح سننے کا جو یہ ایک نیا طریق ہے کہ گویا براہ راست ہی سن رہے ہیں۔ اتنا جاذب نظر ہے اتنا دلکشی والا ہے کہ محض شوق کی خاطر لوگ آجاتے ہیں اور جو معین اندازہ ملا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض جگہ جمعہ میں اگر دس ہزار شامل تھے یعنی زیادہ سے زیادہ اتنے شامل ہونے والے تھے تو اتنے سست بیٹھے پڑے ہوئے بھی تھے کہ جب انہوں نے ایک پروگرام کی گنتی کروائی ہے تو اس پروگرام میں ۱۳ ہزار تھے۔ پس خوشی کی بات یہ ہے کہ جو اس میں شامل ہوتے ہیں وہ پھر جمعہ میں بھی آنے لگ جاتے ہیں اور ان کی توجہ نمازوں کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ کثرت سے ایسے خطوط مل رہے ہیں کہ ہم ویسے ٹھیک ٹھاک تھے۔ مگر نمازوں میں سستی تھی۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ ہم نماز پڑھتے تو تھے لیکن جمع کر کے اور اب آپ سے جب ان موضوعات پر براہ راست باتیں سنی ہیں تو خدا کے فضل سے ہم نے قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ (یعنی سارے گھر کی طرف سے یہ پیغام تھا کہ میں، میری بیوی، میرے بچے ہم سب مل کر یہ فیصلہ کر چکے ہیں) کہ اب آئندہ باقاعدہ اہتمام سے نماز کو پڑھا جائے گا۔ وقت پر پڑھا جائے گا۔ بلکہ گھر میں بھی باجماعت پڑھی جائے گی۔ تو یہ سارے فوائد ہیں جن کی طرف پہلے جب پروگرام شروع ہوا ہے تو اتنی نظر نہیں تھی میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یہ اللہ کی ایک معنوی تقدیر ہے جو جماعت کو ترقیات کے ایک نئے عظیم الشان دور میں داخل کر رہی ہے۔

ایک صاحب نے یہ لکھا

کہ جب ہم یہ سن رہے تھے تو مجھے آپ کا وہ شعر یاد آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمن بدنوا دو قدم دور دو چار پل جائے گی

اس نے لکھا کہ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ساری دنیا میں یہ آواز پھیل رہی ہے۔ اس پر مجھے یہ خیال آیا کہ جو بظاہر اتفاقی باتیں ہوتی ہیں ان میں جب خدا تعالیٰ اپنی تقدیر ڈالتا ہے تو الفاظ درست ہو جایا کرتے ہیں۔ عام طور پر چہار دانگ عالم میں یا ساری دنیا میں چاروں طرف کے محاورے استعمال کئے جاتے ہیں۔ آواز کے شش جہت میں پھیلنے کا محاورہ میرے علم میں نہیں آیا کہ پہلے کبھی استعمال ہوا ہو لیکن اس وقت اپنی سوچ بھی بغیر کوشش کے میں کیا کہہ رہا ہوں یا کہنا چاہتا ہوں کہ شش جہت کا لفظ مجھے اچھا لگا اور وہی محاورہ منہ سے نکلا اور اب ٹیلی ویژن کے ذریعہ شش جہات ہیں جو استعمال ہو رہی ہیں کیونکہ چاروں طرف کا سوال نہیں ہے۔ آواز اور تصویر پہلے اوپر آسمان کی طرف جاتی ہے پھر آسمان سے زمین کی طرف اترتی ہے پھر چاروں طرف پھیلتی ہے تو خدا تعالیٰ نے شش جہات کے لفظ بھی پورے فرما دئے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بعض دفعہ تصرفات کے تابع بعض کلمات انسان کے منہ سے نکلتے ہیں اور خود کہنے والے کو ان کی کنہ کا علم بھی نہیں ہوتا کہ میں کیوں کہہ رہا ہوں اور بعد میں یہ بات کیا رنگ اختیار کرے گی تو یہ اللہ کے احسانات ہیں میں تمام دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ جن کمزوروں کے دل میں ایک اچنبھے کی خاطر ہی تعجب کی وجہ سے ہی سہی ایک شوق تو پیدا ہوا ہے کہ وہ مجھے ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دیکھیں اور سنیں، اگر وہ ایک دو دفعہ سن کر واپس چلے جائیں تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو آئے وہ مستقل آجائے، جو ہمارا ہو، ہمارا ہو کر رہ جائے۔ اگر وہ آکر چلے جانے والوں میں سے ہیں تو کوئی مقصد، کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دل میں بڑی تمنا یہ ہے کہ ساری جماعت ایک مرکز کے گرد اس طرح اکٹھی ہو جائے جس طرح شہد کی مکھیاں شہد کی ملکہ کے گرد اکٹھی ہوتی ہیں اور اپنی الگ زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتیں اور الگ زندگی میں وہ SURVIVE نہیں کر سکتیں یعنی ان کی بقا کی کوئی ضمانت نہیں۔ اکیلی اکیلی مکھی تو ضرور مر جایا کرتی ہے تو یہی روحانی جماعتوں کا حال ہوتا ہے تبھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکزیت پر اتنا زور دیا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب میں اتنا زور نہیں دیا گیا۔ لیکن جو بکھرے بکھرے احمدی ہیں، جو کناروں پر چلے گئے، جن کا مرکز سے تعلق کمزور ہو گیا اب بہت اچھا موقعہ ہے کہ جب وہ ایک دفعہ آجائیں ان کو اپنا لیا جائے ان سے محبت اور پیار کا سلوک کیا جائے۔ آئندہ اگر وہ نہ آئیں تو ان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے جائیں اور اسی طرح اور کمزوروں کی تلاش کی جائے کہ جہاں جہاں کوئی کمزور ہے وہاں اس تک پہنچ کر اسے یہ تحریک کی جائے کہ ایک دفعہ آجاؤ دیکھو تو لو اور پھر میں امید رکھتا ہوں کہ جو رفتہ رفتہ آجائے وہ پھر خدا کے فضل سے آ ہی جاتا ہے۔

جہاں تک غیر احمدی مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے متعلق بھی ہر جگہ سے یہی خبریں مل رہی ہیں کہ جو ایک دفعہ آجائے پھر وہ نہیں چھوڑتا اور بار بار آتا ہے اور بعض لوگ تو جماعت احمدیہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت سے اتنا غیر معمولی طور پر متاثر ہوتے ہیں کیونکہ کسی نہ کسی خطبہ میں کسی نہ کسی تعلق میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ذکر چل پڑتا ہے تو سچی آنکھیں سچائی کو پہچان لیتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی جھوٹ سے اپنی آنکھوں کو مسخ کر دے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک سچی آنکھ سچائی کو نہ پہچان سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر انسانوں کو دراصل سچی آنکھیں ہی دی ہیں وہ خود اپنی آنکھوں کو مسخ کرتے ہیں اور جان بوجھ کر جھوٹ دیکھتے ہیں مگر ساتھ ساتھ سچائی کی آواز بھی پہنچتی چلی جاتی ہے۔ پس جن جن آنکھوں نے احمدیوں کو دیکھا ہے اور قریب سے دیکھا ہے اگر وہ اللہ کے فضل کے ساتھ مسخ شدہ آنکھیں نہ ہوں تو وہ یہ پیغام اپنے دماغ کو پہنچاتی ہیں کہ یہ محمد رسول اللہ کے عاشقوں کی جماعت ہے اور یہی پیغام ہر طرف سے آرہے ہیں۔ بعض غیر احمدیوں کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں بھی مل رہی ہیں تو اس سلسلہ کو اللہ کے فضل کے ساتھ آپ اور زیادہ تام کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں اور ہوگا تو یہی کیونکہ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی تقدیر ہے جس نے جماعت کو اس نئے دور میں داخل کیا ہے اور یہ سلسلہ اب پھیلنا ہی پھیلنا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ ہوا کے رخ پر چل کر اس کی مدد کریں تو مفت کا ثواب حاصل ہوگا۔

اب میں اس مضمون کی طرف واپس آتا ہوں جسے مکمل کئے بغیر ہی

نے جھنجوڑ کر چھوڑ دیا تھا کہ وقت ختم ہو گیا تھا جب جماعت احمدیہ سب دنیا کے غم کی باتیں کرتی ہے۔

سب دنیا کے فکر

دل سے لگا کر اُن کی اصلاح کی کوشش کرتی ہے تو بہت سے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ان کی حیثیت کیا ہے۔ طاقت کیا ہے یہ کیسے دنیا کے حالات بدل سکتے ہیں اور بہت سے احمدی دانشور بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ان سمندر میں ایک قطرہ زائد ڈالنے والی بات ہے ورنہ تو کوئی حیثیت نہیں ہے اور بعض یہ بھی سوچتے ہوں گے کہ ہمیں وہ کام چھیڑنے کی ضرورت کیا ہے جس کام کی ہم میں طاقت نہیں ہے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہماری فطرت میں اگر یہ بات ہو کہ کسی کا غم محسوس کریں اور کسی کا دُکھ دُور کرنے کی کوشش کریں تو ہم تو مجبور ہیں۔ اس میں عقل کا قصہ نہیں۔ دل کی مجبوریوں کی بات ہے۔ ایک شخص جو ہمدرد ہو وہ کسی جگہ کسی کو تکلیف میں دیکھتا ہے تو طبعاً اس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور بے اختیار قدم اس طرف اٹھتے ہیں تاکہ اس کی تکلیف کو دُور کیا جائے۔ ہمیں تو اس سے بہت زیادہ بڑھ کر بنی نوع انسان سے محبت ہے اس لئے کہ ہم حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلام ہیں۔ ہم ان لوگوں کے غلام نہیں جن کو دنیا کی جو فکر ہے وہ لطیفے کے طور پر دکھائی دیتی ہے اردو میں ایک محاورہ ہے چھیڑنے کی خاطر کہتے ہیں کہ قاضی جی تم دُبلے کیوں ہو گئے جواب دینے والا جواب دیتا ہے شہر کے اندیشے میں اور سارے ہنستے ہیں کیونکہ لطیفے کا پیغام یہ ہے کہ تمہیں اس سے کیا دنیا مرتی ہے تو مرتی پھرے تم کیوں پاگل ہوئے ہوئے ہو۔ یعنی ایسا قاضی جو شہر کے اندیشے میں دُبلا ہو جائے اُس کے ساتھ رونے کی بجائے اس پر ہنسا جاتا ہے۔ لیکن ہم کسی ایسے قاضی کے غلام نہیں ہیں، ہم تو اُس آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلام ہیں جس نے کل عالم کے اندیشے دل کو لگا رکھے تھے جن کے متعلق خدا آسمان سے بار بار گواہی دیتا تھا کہ اس دنیا کے غم میں تو اپنے آپ کو ہلاک کرے گا۔ پس اگر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کسی کو سچا پیار ہے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ دنیا کے اندیشے دل کو نہ لگا بیٹھے۔ یہ اس کے لئے فطرت کا ایک طبعی تقاضا ہے اس کے سوا کوئی طریق کار ہی میسر نہیں ہے۔ پس اگر احمدی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچا ہے تو اُسے لازماً یہ اندیشے دل کو لگانے ہوں گے بلکہ اس کے بغیر اس کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تعلق ہی سچا ثابت نہیں ہو سکتا پس یہ مجبوریاں ہیں ہم نے تو یہ کام کرنا ہی کرنا ہے۔ ہمیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کام سے روک نہیں سکتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو کام اپنی طاقت سے بڑھ کر ہو اس میں طریق کار کیا ہونا چاہئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی کام بھی کسی انسان کی طاقت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اگر عقل اور فہم کے ساتھ اس کام کی اونچ نیچ کو سمجھا جائے اس کے سارے مسائل پر نظر رکھ کر صحیح تجزیہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ نے ہر انسان میں یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ پھیل کر اپنی خوبیوں کو تمام دنیا تک عام کر دے۔ یہ نکتہ مجھے نبوت سے سمجھ آیا ہے: ایک نبی کو خدا کھڑا کرتا ہے ساری قوم کے حالات ایسے بدلنے ہوتے ہیں ایسی قوم کے حالات ایسے بدلنے ہوتے ہیں جو نیکی کو قبول کرنے پر کسی صورت آمادہ نہیں ہو رہی ہوتی جو ہر پھول کے بدلے پتھر مارنے پر تیار ہو۔ اب اگر دنیا کی اس منطق کو اس پر لگا کر دیکھیں جس کی میں بات کر رہا ہوں کہ تم تھوڑے سے کمزور سے لوگ ہو تمہیں دنیا کے غم سہیڑنے کی مصیبت کیا پڑی ہے اور سہیڑ بھی لو تو کر کیا سکتے ہو اس کا جواب میں دے رہا ہوں کہ ہم نے جب نبوت کے مضمون پر غور کیا تو ہمیں سمجھ آئی کہ خدا تعالیٰ نے انسانوں میں تقدیریں بدلنے کی صلاحیتیں رکھی ہیں صرف منہاج نبوت پر چلنا ضروری ہے۔ ایک نبی کو خدا کھڑا کرتا ہے اور ساری قوم کے حالات بدل دیتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تمام دنیا کے حالات بدلنے کے لئے کھڑا کر دیا تو حقیقت یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی معقولیت نہ ہو کوئی گہرا سچا فلسفہ نہ ہو تو خدا تعالیٰ ایسی بات کر ہی نہیں سکتا پس جماعت احمدیہ کیونکہ حقیقی طور پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی غلام ہے اور عاشق ہے اور آپ ہی کی خاطر قائم کی گئی ہے۔ آپ ہی کے پیغام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے اس جماعت کو دنیا میں کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی بنیادی صفت یہ ہونی چاہئے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بنیادی صفت تھی یعنی رحمۃ للعالمین۔

تمام جہانوں کے لئے رحمت بننا ہوگا

تبھی میں نے پچھلے خطبہ میں اپنے آپ کو انسانیت کے لئے وقف کرنے کی تعلیم دی تھی یہ کہا تھا کہ اس سال کو انسانیت کا سال بنائیں۔ جتنی طاقت ہے اس طاقت کے مطابق آپ دنیا کو صحیح پیغام پہنچائیں۔ لیکن طاقت کے صحیح استعمال کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر صحیح استعمال ہو تو انسان کمزور ہونے کے باوجود بھی بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ ایک دریا کا رُخ بدلنا ہو تو اگر وہاں سے رُخ بدلے جائیں جہاں سے دریا نکلتے ہیں تو بہت آسانی کے ساتھ وہ کام ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا بعد میں شامل ہوتے رہتے ہیں اس لئے یہ کام پھیلا ہوا اور مشکل بھی دکھائی دے سکتا ہے۔ لیکن جب سمتیں مقرر کی جائیں تو آغاز میں جو زاویہ ہے اس کا بدلنا تو مشکل نہیں ہوا کرتا۔ اور زاویے کے بدلنے سے دور دور کے کناروں پر زمین آسمان کا فرق پڑتا دکھائی دیتا ہے۔ پس عقل سے کام لیا جائے۔ اور آغاز میں کوشش کی جائے، ان جگہوں پر ہاتھ ڈالا جائے جو منبع کی حیثیت رکھتی ہوں۔ جو بنیادی زاویوں کی حیثیت رکھتی ہوں تو وہ کام جو بظاہر آپ کی طاقت سے باہر ہو وہ آپ کی طاقت کے دائرے میں شامل ہو جاتا ہے۔

ابھی میں نے تحریک کی تھی

کہ مختلف جہت سے انسانوں کے لیڈروں اور راہنماؤں تک پہنچیں جب سر تک پہنچیں گے۔ جب دماغ تک پہنچیں گے تو جسم کے ہر عضو تک پہنچنا ضروری نہیں رہتا۔ پھر وہ دماغ جو آپ کی باتیں سن کر آپ کا قائل ہوتا ہے۔ وہ از خود اپنے جسم کو آپ کے تابع کر دے گا۔ پس یہ وہ وقت ہے کہ لیڈروں تک پہنچنا ضروری ہے۔ افریقہ میں جو عظیم الشان انقلابی تبدیلی واقع ہوئی ہے کہ جہاں دو دو، تین تین ہزار احمدی ہوتے تھے وہاں اب پچاس پچاس ہزار سالانہ احمدی ہونے لگے ہیں، وہاں یہی ترکیب استعمال کی گئی اور یہی میں نے وہاں کے امراء کو سمجھایا کہ تم یہ کرتے رہو انفرادی طور پر تم کب تک افریقہ کو تبدیل کرنے کی کوششیں کرتے رہو گے ایک ایک کے پاس پہنچو گے تو جتنے تم تبدیل کرو گے اس سے زیادہ تمہارے مخالف بچے پیدا ہو رہے ہوں گے۔ ایسے لوگوں تک پہنچو جن تک پہنچنے کے ساتھ تم ہزاروں تک پہنچتے ہو اور دنیا میں بعض ایسے بھی ہیں جن تک پہنچنے سے انسان لاکھوں تک پہنچ سکتا ہے تو ان تک پہنچو اور قوم کے سربراہوں کو پکڑو ان کو قائل کرو جو ان کے پیچھے چلنے والے ہیں وہ خود بخود چلے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جہاں جہاں تک اس نصیحت پر عمل کیا گیا وہاں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئیں بعض جگہ نہیں کیا گیا اور اپنا وقت ضائع کیا گیا پھر پیچھے پڑ کر باہر سے، مرکز سے آدمی بھجوا کر زبردستی اُن سے یہ طریق جاری کروایا گیا اور دیکھتے دیکھتے اب ان کی رپورٹوں کی کیفیت ہی بدل گئی ہے۔ کایا پلٹ گئی ہے اچھی [illegible] ملک سے رپورٹ آتی ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی [illegible] ڈال رہے ہیں۔ سب ہدایتوں پر عمل کر رہے ہیں لیکن نتیجہ نہیں نکلتا

اب رپورٹ آتی ہے تو خوشیوں سے یہ لگتا ہے کہ قلم سے سیاہی اچھل اچھل کر نکلی ہوگی۔ کود کود کر باہر آرہی ہوگی۔ کہتے ہیں عجیب واقعہ ہوا ہے۔ فلاں جگہ جب ہم نے مہم چلائی تو اتنے ہزار احمدی ہو گئے جہاں پہلے سال میں ایک دو دو چار چار بھی نہیں ہوا کرتے تھے ان علاقوں میں اب دس دس ہزار احمدی ہونے لگ گئے ہیں۔ تو یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے۔ ساری جماعت کو اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔

جو شریر لوگ ہیں ان کے بھی بعض سربراہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کی اصلاح کرنی ہے تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ سربراہوں کو پکڑو۔ اور دنیا کے سیاستدان ہمارے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس وقت ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ساری دنیا سے فساد اٹھ سکتے ہیں۔ یا کم سے کم سمٹ ضرور سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتیں میں خصوصیت کے ساتھ تیسری دنیا کے سیاستدانوں کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں میری بات براہ راست تو ان تک نہیں پہنچے گی۔ لیکن جماعت احمدیہ میں جہاں جہاں بات پہنچانے کی استطاعت ہے وہاں ان لوگوں کو سمجھائیں اور عقل دیں۔

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے۔

سیاست میں گرتی ہوئی اخلاقی حالت

دنیا کے لئے اس وقت سب سے بڑا خطرہ بنی ہوئی ہے۔ اور تیسری دنیا کا سیاستدان تو اخلاقی لحاظ سے تقریباً دیوالیہ ہو چکا ہے۔ ان کے ہاں تین ہی مقاصد ہیں اس کے سوا معلوم ہوتا ہے سیاست میں حصہ لینے کا اور کوئی مقصد ان کو دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اول طاقت حاصل کرنا دوسرا طاقت سے چمٹے رہنا طاقت ایک دفعہ حاصل ہو جائے تو جو کچھ ہو جائے اس کو چھوڑنا نہیں۔ تیسرا یہ کہ طاقت حاصل کر کے تمام قومی اور ملکی مفادات کو ذاتی خاندانی اور جتھے کے مفادات میں تبدیل کرنا یہ تین باتیں ہیں جو اس وقت تیسری دنیا کی سیاست کا خلاصہ بن گئی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ساری قوم اتنی مصیبتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور اس طرح ظلم کی چکی میں پیسی جاتی ہے کہ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ہو کیا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہی تین باتیں ہیں جو ہر برائی کی ذمہ دار بن چکی ہیں سیاستدانوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ تم عقل اور شعور سے کام لو قوم کے دور کے مفادات کی بات سوچو ورنہ تم لوگ سارے پیٹے جاؤ گے۔ تمہاری داستانیں مٹ جائیں گی۔ یہ وہ دور ہے جب کہ تیسری دنیا کے سیاستدان کو باشعور ہو کر عالمی مسائل کو سمجھتے ہوئے ان کے حوالے سے اپنی سیاست کو درست خطوط پر چلانا ہوگا۔

اب میں ہندوستان اور پاکستان کے سیاستدانوں کی مثال دیتا ہوں۔ یہ دونوں سیاستدان ایک لمبے عرصہ سے عوام کے جذبات سے کھیل رہے ہیں اور جو باتیں نفرتیں پیدا کریں اور ہیجان پیدا کرتی ہیں ان کو استعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دن بدن عوامی مزاج مشتعل ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور ہیجان پکڑتا چلا جا رہا ہے۔ اور سیاستدان سوچتا ہی نہیں کہ اس کے نتیجہ میں کیا نقصانات ہوں گے ایک وقت آتا ہے کہ پھر یہ دونوں ملک جنگوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کئی دفعہ ہوئے۔ اور ہر جنگ کا نقصان غریب کو پہنچتا ہے اور ایک مستقل نقصان ہے جو غریب کے سر پر سوار ہے اس کی چھاتی پر مونگ دل رہا ہے لیکن اس کے منہ میں مونگ کا دانہ نہیں پڑتا اور وہ یہ ہے کہ انتہائی غریب ہونے کے باوجود یعنی امیر ملکوں کے مقابل پر دیکھیں تو پاکستان اور ہندوستان انتہائی غریب ہیں اس کے باوجود ان کے ڈیفنس پر یعنی دفاع پر اخراجات امیر ملکوں سے دسیوں گنا زیادہ ہیں۔ ساری قومی دولت کا ساٹھ ساٹھ فیصد دفاع پر خرچ ہو رہا ہے اور جتنا ہندوستان میں ہو رہا ہے ویسا ہی پاکستان میں ہو رہا ہے ایک دوسرے سے اس بات پر مقابلے ہوتے ہیں کہ دفاعی ضروریات سب سے اہم ہیں اور اس نعرے کی اوٹ میں غریبوں کا پیٹ کاٹ کر ساری قوم کی دولت کو ایک ہی سمت میں بہایا جاتا ہے اور مزید تقاضے ہوتے چلے جاتے ہیں اور جب بھی یہ سوال اسمبلیوں میں اٹھایا جاتا ہے تو آگے سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ کیا تم قوم کے وفادار نہیں ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ خطرات ہیں اور قوم کی بقا ہر دوسری چیز پر فائق ہے۔ یہ بات تو درست ہے لیکن یہ نعرہ کھوکھلا ہے قوم کی بقا انسانوں کی بہبود کے لئے کی جاتی ہے اگر قوم کی انفرادی بہبود کیسر خون چوس جائے تو اس بقا کا کیا مقصد ہے اور خطرات کے متعلق یہ دیکھا نہیں جاتا کہ آ کہاں سے رہے ہیں

خطرات دونوں ملکوں میں اندرونی ہیں

بدنیتوں کے فسادات ہیں خود غرضیوں کے فسادات ہیں یا کم عقلیوں کے فسادات ہیں۔ دونوں ملکوں کے غریب عوام کو بعض جذباتی نعروں میں مبتلا کر کے ان کو اتنا زیادہ مشتعل کر دیا جاتا ہے اور پھر ان کی سوچوں کو ایسا ماؤف کر دیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ اچھے وہی راہنما چنتے ہیں جو ان باتوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے ہیں۔ عقل دینے والے راہنما قوم کو پسند ہی نہیں رہتا گویا کہ سیاستدان صرف اپنی معقول سیاست کی قبر ہی نہیں کھودتا بلکہ ہمیشہ کے لئے قوم کے مفادات کو دفنا دینے کے لئے ایک قبر کھود رہا ہوتا ہے۔ جب میں ہندوستان گیا تھا تو وہاں بعض دانشوروں سے میری گفتگو ہوئی تو خلاً کشمیر کے مسئلہ پر میں نے ان سے کہا کہ آپ عقل سے کام لیں اور اس مسئلہ کو اس طریق پر سلجھائیں۔ تفصیلی باتیں ہوئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ تو یوں ہے۔ پاکستان یوں شرارت کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھیں آپ یہ ٹیڑھی اور مشنوک باتیں چھوڑیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ملک کا غریب کشمیر کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ اتنی دیر تک نہ چلایا جاتا تو ہندوستان کے دفاع پر آپ کو دسواں حصہ بھی خرچ نہ کرنا پڑتا۔ یہی حال پاکستان کا ہے کیا یہ حقیقت ہے کہ نہیں اگر ہے تو عقل سے کام لیں غور کریں کہ آج خوفناک خون چوسنے والی جو جونک آپ کے ساتھ لگ گئی ہے اس کو اتارنا کس طرح ہے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ جونک پالنے کے لئے سارا دن بنایا جا رہا ہے۔ جب تفصیل سے باتیں آگے بڑھیں تو پھر وہ بات سمجھ گئے اور میں اس بات سے بڑا خوش ہوں کہ ہندوستانی سیاستدانوں نے جب بات سمجھی ہے تو اس کے مطابق پھر اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ بات سمجھ کر انہوں نے کہا کہ میں اب بات سمجھ تو گیا ہوں کہ ضرورت اسی بات کی ہے اور جو اصول آپ نے بیان کئے ہیں ان سے بھی مجھے اتفاق ہے۔ کہ انہی اصولوں پر معاملے طے ہونے چاہئیں مگر کریں کیا ہمارے عوام اس کو سن ہی نہیں سکتے۔ عوام میں ان باتوں کی برداشت کی طاقت نہیں ہے میں نے کہا ہے یہ کیوں ہوا ہے اس لئے کہ بیس تیس چالیس سال سے آپ لوگ یعنی قوم کے راہنما عوام کا مزاج بگاڑ رہے ہیں اس کی بیماریوں کی پرورش کر رہے ہیں اس کے مزاج کی اچھی صحت مند حالتوں کو اجاگر کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ نبضوں پر ہاتھ رکھنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حکیم ہے جو نبض پر ہاتھ رکھتا ہے وہ اس لئے کہ نبض کا مزاج سمجھے اور بیمار مزاج کی اصلاح کی کوشش کرے اور ایک سیاستدان ہے جو قوم کی نبض پر انگلیاں رکھ دیتا ہے اس نیت سے کہ مزاج کو سمجھے اور بگڑے ہوئے مزاج کو اور ابھارے بالکل برعکس مقاصد کے لئے نبض دیکھی جاتی ہے اس وقت ہمارے غریب ملکوں میں یہی حال ہے کہ ہر سیاستدان سب سے بڑا قابل اور عیار اور شاطر سیاستدان وہ ہوگا جو قوم کی نبض بیمار دیکھ کر اس بیماری کو ابھارے اس کے ساتھ کھیلے اور اس کے نتیجہ میں اس

بیماری کا حصّہ بن جائے۔ اس بیماری سے طاقت حاصل کر کے وہ قوم کا راہنما بنے۔ سیاست کے اس مزاج کی جب تک اصلاح نہیں کی جاتی۔ ان کو سمجھایا نہیں جاتا کہ دیکھو! ہم لوگ مارے جا رہے ہیں۔ مظالم میں پسے جا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں غربتیں بڑھ رہی ہیں۔ سفاکی بڑھ رہی ہے۔ ظلم بڑھ رہے ہیں۔ ملک اقتصادی لحاظ سے جتنا جتنا پیچھے گرے گا جرائم اتنا ہی زیادہ اوپر کی طرف بڑھیں گے کیونکہ یہ ایک طبعی قانون ہے جس کو آپ بدل نہیں سکتے۔ اقتصادی گراوٹ کے نتیجہ میں لازماً جرائم بڑھتے ہیں۔ اقتصادی ترقی سے بھی بڑھتے ہیں مگر اور قسم کے لیکن جب قوم اقتصادی ترقی کا کچھ مزا دیکھ لے اور کچھ مزاج بگڑ چکے ہوں تو پھر اقتصادی گراوٹ بہت تیزی کے ساتھ جرائم کی پرورش کرتی ہے۔ پس آپ کا تو آوے کا آوا بگڑ چکا ہے یا اگر آج نہیں بگڑا تو بگڑ جائے گا۔ آثار بہت خطرناک ہیں۔ یہ ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ سیاست میں کچھ اصول بنا لیں۔ معاملات حل کرنے سے پہلے آپس میں یہ تو فیصلہ کریں کہ ہم دنیا میں عدل کو قائم کریں گے اور جو بھی معاملات طے ہوں گے عدل کے اصول پر ہوں گے۔ کیونکہ عدل کا اصول کسی بارڈر کے پاس جا کر رک نہیں جایا کرتا۔ عدل ایک بین الاقوامی تصور ہے۔ ہندوستان پر بھی اسی طرح اس کی راہ دکھائی ہوگی جیسے پاکستان پر ہوگی لیکن عدل کی اطاعت تو قبول کریں۔ اگر نہیں کریں گے تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

تلوار کے ذریعہ کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا

تلوار کے ذریعہ اور زیادہ مسائل پیدا ہوں گے۔ نفرتیں بڑھیں گی۔ عزتوں کے مزاج چڑھ جائیں گے۔ دن بدن آپ کی اخلاقی حالتیں گرتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ایک ہی طریق ہے جس کو آپ کو لازماً اپنانا پڑے گا یعنی عدل کا وہ تصور قبول کریں جو قرآن کریم نے پیش فرمایا ہے۔ وہ نہ مذہب کو جانتا ہے نہ رنگ نسل کو جانتا ہے نہ کسی جغرافیائی حدود کا آشنا ہے۔ وہ انسانیت کا آشنا ہے۔ انسانیت کا دوست ہے۔ پس یہ قطعی فیصلہ کرنے کے بعد جو بہت مشکل اور کڑوا فیصلہ ہے پھر بعض نتائج نکالنے ہوں گے۔ پھر قوم کی تربیت کرنی ہوگی۔ دونوں طرف ایک بڑی وسیع مہم چلانی ہوگی کہ قوم کے مزاج میں عدل داخل کیا جائے۔ ان کی نفسیاتی کمزوریوں کو پکڑ کر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

اسی ضمن میں ایک بہت ہی اہم بات مذہب سے تعلق رکھنے والی ہے۔ ان دونوں ملکوں میں

مذہب کا استعمال

اتنا بھیانک ہے اور اتنا منفی ہے کہ اگر سیاسی اصلاح ہو بھی جائے تو مذہب اس قوم کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ مذہب میں آج تک شاید کسی قوم میں ایسی ٹریجڈی (TRAGEDY) اتنا بڑا المیہ نہ ہوا ہو جتنا اس وقت پاکستان اور ہندوستان میں کھیلا جا رہا ہے یعنی دونوں طرف ایسے مذہبی دیوانے ہیں جو مذہبی تعلیم کے دشمن ہیں اور مذہبی نظریات کے عاشق ہیں۔ اتنا بڑا تضاد ہے کہ اس تضاد کے ساتھ سچائی کہیں پنپ ہی نہیں سکتی۔ ہندو بھی ہندو نظریے کے عاشق ہیں لیکن ہندو اخلاقی تعلیم سے کلیۃً نا آشنا ہیں اور ادھر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اخلاقی گراوٹ روز مرہ زیادہ سنگین ہوتی چلی جا رہی ہے لیکن نظریات کی حفاظت کی خاطر سب کچھ قربان کر رہے ہیں اور نظریات جو اخلاق پیدا کرنا چاہتے ہیں اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ اس لئے صرف سیاست کی اصلاح کی بات نہیں ہے۔ سیاست کو مذہبی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلی توجہ تو یہ کریں کہ مذہب میں دخل اندازی

چھوڑ دیں۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ سیاست خود مذہب کو گندا کرنے میں مددگار ثابت ہو جاتی ہے۔ وہی بعض ذی الاحوال ہے۔ مذہبی لوگوں کی نبض سیاستدان ہاتھ رکھتا ہے اور ان میں جو شریف النفس لوگ ہیں ان کو ناکارہ کر کے ایک طرف پھینکتا چلا جاتا ہے۔ وہ جو حق گو ہیں جو ہر حال میں کلمۂ حق بیان کرنے کی طاقت رکھتے ہیں وہ سیاستدان کے کسی کام کے نہیں رہتے۔ وہ سارے گندے انڈوں کی طرح ایک طرف پھینک دیئے جاتے ہیں اور پھر سیاست کی نظر میں وہ وہی انڈے باہر نکالے جاتے ہیں جن میں سے ہر انڈا گندا اور بدبودار ہے جو زہر سے بھرا ہوا ہے اور ان مذہبی راہنماؤں سے آشنائی کی جاتی ہے جو منافرت کے ہر طرف گند پھینکتے۔ ظلم کی تعلیم دیتے اور محبتوں کو مٹاتے اور نفرتوں کو اُجاگر کرنے والے مذہبی لوگ یہ پھر سیاستدان کے قریبی اور دوست بن جاتے ہیں۔ دونوں طرف ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی مذہبی دنیا میں بعض اصول جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح سیاست میں عدل کے تصور کو اپنانے کے بعد اور اس اصول کو پکڑنے کے بعد پھر مسائل حل ہو سکتے ہیں اسی طرح مذہبی امور میں بھی بعض بنیادی اصولی فیصلے کرنے ہوں گے۔ ایک فیصلہ تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے مذہب کو اپنی سیاست پر حکمران نہیں بنائیں گے۔ یہ جو مضمون ہے یہ میں تفصیل سے سمجھاتا ہوں۔ مذہبی اقدار کو، مذہبی اخلاق کو سیاست پر حاکم کرنا ضروری ہے لیکن مذہبی نظریات کو اگر سیاست پر حاوی کریں گے تو دونوں جگہ مختلف قسم کی متقابل حکومتیں وجود میں آئیں گی۔ اگر پاکستان میں مثلاً ایسی حکومت جسے وہ اسلامی کہتے ہیں لیکن جس کا تصور ابھی تک واضح ہو کر کسی مولوی کے دماغ میں بھی آج تک نہیں ابھرا لیکن نعرہ موجود ہے۔ پس میں اس نعرے کے حوالے سے کہتا ہوں کہ جسے وہ اسلامی حکومت کہتے ہیں اگر وہ وہ حکومت نافذ کریں تو جہاں تک میں نے ان کے اسلامی تصور کا مطالعہ کیا ہے وہ عدل سے عاری ہے۔ وہ یکطرفہ ہے۔ اس کا نعرہ ہی یہی ہے کہ اس ملک میں اوّل شہری مسلمان ہوگا اور ہر دوسرے شہری کے کوئی حقوق نہیں ہوں گے۔ مسلمان کے تابع ہوں گے یہاں تک کہ مسلمان کے مقابل پر اس کی گواہی بھی نہیں سنی جائے گی۔ اس قسم کا خوفناک مذہبی نظام جاری کرنے کا تصور مولویوں کے دل میں ہے۔ اگر اس تصور کو قبول کریں اور سیاست کو مذہب کے تابع کریں تو اس کے برعکس ہندوستان میں بھی یہ حق پیدا اور ایک طبعی انسانی حق ہوگا کہ وہ ہندو تصور کو وہاں نافذ کریں۔ پس اگر ہندوستان میں ہندو مذہبی تصور قانون کا حصہ بن جائے یا قانون پر حکومت کرنے لگے اور پاکستان میں مسلمانوں کا موجودہ اسلامی تصور پاکستان کا حکمران ہو جائے تو ناممکن ہے کہ قیامت تک ان دونوں قوموں میں صلح ہو سکے۔ پھر تو دونوں طرف خون کی ہولیاں کھیلی جائیں گی اور ایک دوسرے سے نفرت ہمیشہ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور سیاسی اصلاح ایک کوڑی کے کام کی بھی نہیں رہے گی اس لئے یہ دونوں اصلاحیں بیک وقت ضروری ہیں۔ یہ اصول بنانا ضروری ہے کہ ہندوستان میں بھی حکومت آزاد ہو اور انصاف پر مبنی ہو۔ حق پر مبنی ہو، کسی ایک مذہب کے تصور پر مبنی نہ ہو تمام بنی نوع انسان جو اس ملک کے باشندے ہوں ان تمام کے حقوق برابر ہوں اور چونکہ ان کے مذہب مختلف ہو سکتے ہیں اس لئے مذہب کی طرف سے حقوق نہیں بانٹے جائیں گے بلکہ ایک یکساں انسانی اصول کے تابع حقوق بانٹے جائیں گے اور وہ مذہبی تصور ہے جس کو قرآن کریم عدل و حق کے تصور کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ فیصلہ جب ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی بعض مزید کڑیاں ہیں ان کو بھی دیکھنا ہوگا۔ ان پر بھی ہاتھ ڈالنا ہوگا ورنہ صحیح معنوں میں انصاف کے ساتھ ان باتوں پر عمل ہو نہیں سکتا یعنی سنجیدگی اور سچائی کے ساتھ ان باتوں پر عمل ہو نہیں سکتا۔ وہ ہے مذہبی نفرتیں پیدا کرنے کا رجحان۔ مذہب میں ایک دوسرے کے خلاف غلیظ زبانیں استعمال کرنے کا رجحان۔ مذہبی دل آزادی کا تصور اور یہ کوشش کہ مذہبی دل آزاری کے نام پر

ہر مقابل کے حقوق تلف کر دیئے جائیں۔ یہ بیماریاں ہیں جن کی اصلاح کے بغیر اعلیٰ درجے کا مذہبی ماحول قائم نہیں ہو سکتا۔

اس سلسلہ میں اصول کے طور پر ۳، ۴ باتیں میں مختصراً آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلا مذہبی اصول

جو دونوں طرف تسلیم کرنا اور پھر اس کو سمجھوتوں کے ساتھ رائج کرنا ضروری ہے وہ مذہبی آزادی ہے۔ ہر قوم کو، ہر قوم کے ہر طبقے کو ہر گروہ کو مذہبی آزادی کا حق ہوگا۔ اس پر دونوں حکومتوں کے سمجھوتے ہونے ضروری ہیں اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ مذہبی آزادی کا حق جب آپ دیتے ہیں تو اگلا قدم تبلیغ کا بیچ میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیا الف کو ب کو تبلیغ کرنے کی اجازت ہے یا ب کو بھی الف کو تبلیغ کرنے کی اجازت ہے۔ مذہبی آزادی کے تصور میں ہر طرف سے ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے انسان کو برابر تبلیغ کا حق ہوگا۔ جب تبلیغ کا حق دیتے ہیں تو پھر فتنہ و فسادات کا گویا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ کیا تبلیغ کا حق دینا اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یہ مسئلہ حل کرنا ضروری ہوگا۔ تبلیغ کے ذریعہ فتنہ کیوں پھیلتا ہے۔ پہلے تو اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ اگر اس لئے پھیلتا ہے کہ تبلیغ کرنے والا غلیظ زبان استعمال کرتا ہے۔ گند بولتا ہے۔ مخالف آدمی کو اور اس کے راہنماؤں کو گالیاں دیتا ہے اور جہاں زور چلے وہاں تلوار استعمال کرتا ہے تو پھر اس چیز کا نام تبلیغ کی آزادی یا تبلیغ کا حق دینا نہیں ہے۔ یہ تو حد سے زیادہ حماقت اور جہالت ہے۔ اسے تبلیغ قرار دے ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس کو تبلیغ کا حق قرار دے کر اس کو کسی ملک میں جائز قرار دینا خودکشی کے مترادف ہوگا

دوسری دیکھنے والی بات یہ ہے کہ تبلیغ کے نتیجہ میں فساد کیوں ہوتا ہے۔ اس کا کوئی اور جواب کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب اور حقیقی اور اصل جواب وہ ہے جو انبیاء کے آغاز پر اُن کی خون سے لکھی ہوئی تاریخ سے ہمیں ملتا ہے۔ دنیا میں جتنے انبیاء آئے ہیں جتنے بڑے بڑے مذہبی راہنما اور مقدس بزرگ پیدا ہوئے ہیں انہوں نے جب بھی تبلیغ کی ہے تو فتنہ اور فساد ہوا ہے اور خون بہایا گیا ہے اور یہ بات آغاز آفرینش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مکالمے کی صورت میں لوح محفوظ پر لکھ رکھی تھی اور قرآن کریم نے اس لوح محفوظ سے لیکر ہمارے سامنے بیان کی۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں دنیا میں ایک خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا اس لئے کہ وہ زمین میں خون بہائے اور فساد برپا کرے تو فرشتوں نے بھی اپنی لاعلمیت کے نتیجہ میں یا معصومیت کے نتیجہ میں ابن آدم کو خدا کے خلیفہ کو ہی اس فساد اور اس فتنے کا ذمہ دار قرار دے دیا جو اُس کی پیدائش کے بعد ظہور میں آنا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد فرما دیا۔ غلط قرار دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ غلط تجزیہ کر بیٹھے ہیں۔ پس سیاستدان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خدا کے تجزیہ کو قبول کرے اور ان کو جو فرشتے دکھائی دیتے ہیں ان کے تجزیہ کو رد کر دیں۔ ان کو تو آج کل اپنے مولوی ہی فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ان مولویوں کا تجزیہ شیطان کے تجزیے سے ملتا جلتا ہو تو وہ تجزیہ جہنم میں پھینکنے کے لائق ہے۔ خدا ہی کا تجزیہ درست ہے اور اللہ کا تجزیہ ہے جو بعد میں نبوت کی تاریخ کی صورت میں ہمارے سامنے کھلا ہے اور کھلتا چلا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبیوں نے تبلیغ میں ہمیشہ محبت سے پیغام دیا ہے۔ عقل سے پیغام دیا ہے۔ انصاف کے ساتھ پیغام دیا ہے۔ صلح کا پیغام دیا ہے اور ہدایت اور حق کی طرف جس کو وہ ہدایت اور حق سمجھتے تھے پورے خلوص کے ساتھ بلایا ہے۔ قوم کو مار مار کر یہ باتیں نہیں سمجھائیں بلکہ یہ باتیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ قوم نے مار مار کر اُن کو لہو لہان کر دیا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جب طائف گئے تھے تو اس وقت بھی تو ایک فتنہ پیدا ہوا تھا۔ آج کے سیاسی راہنما اُس ایک واقعہ کو ہی دیکھ لیں تو اُن کے چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ تب ان کو سمجھ آئے کہ فتنہ ہوتا کیا ہے اور تبلیغ کی آزادی کا حق کس کو کہتے ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ایک غلام کو ساتھ لیکر طائف کی سنگلاخ پہاڑیوں پر گئے اور تبلیغ شروع کی تو چاروں طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔ قوم کے سرداروں نے آپ کے پیچھے غنڈے اور لفنگے لگا دیئے۔ جھولیوں میں پتھر بھرے ہوئے تھے۔ منہ سے گالیاں بک رہے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر پتھر برسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ خون بہتا بہتا جوتوں میں چلا گیا اور اپنے اس خون کی دلدل سے پاؤں اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ بڑے صبر کے ساتھ، بڑی ہمت اور حوصلے کے ساتھ اسی طرح حق کا پیغام دیتے ہوئے آپ اس بستی سے باہر نکلے۔ وہ وقت تھا جبکہ آدم اور خدا کا مکالمہ ایک حقیقت کے طور پر دنیا کے سامنے ابھرا ہے اور اس مکالمے کی صداقت کو پہچاننے کا اس سے بہتر کوئی وقت کبھی دنیا پر نہیں آیا تو کونسا فساد تھا اور کونسا خون تھا جو بہایا گیا وہ اس سب سے سچے انسان کا، دنیا کے سب سے معصوم انسان کا خون تھا جو بہایا گیا تھا۔ اس نے کسی کا خون نہیں بہایا تھا۔ فساد اُس کے خلاف استعمال ہوا تھا۔ اس نے خود فساد برپا نہیں کیا تھا۔ پس ہر شخص کا یہ حق ہے کہ وہ اس بات کا پیغام دوسرے کو پہنچائے جس کو وہ سچائی سمجھتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اگر فساد برپا ہوتا ہے تو فساد برپا کرنے والے اس کے ذمہ دار ہیں۔ خدا اور خدا کے نبی اس کے ذمہ دار نہیں۔ پس اگر اس اصول کو سمجھ کر دنیا میں انصاف قائم کرتا ہے اور مذہبی آزادی کا حق دیتا ہے تو تمام مذہبی فساد دنیا سے مٹ سکتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اگر ایک کروڑ آدمی بھی ایک معصوم آدمی کے درپے ہوں گے تو ارباب حکومت جب تک اس حکومت پر فائز ہیں وہ ایک کروڑ کی مخالفت کریں گے اور اس ایک کے حق میں بولیں گے۔ کیونکہ جب محمد رسول اللہ ﷺ کا خون طائف میں بہایا جا رہا تھا تو تمام دنیا کے اربوں انسان بھی اگر اس وقت آپ کے مخالف ہوتے تو خدا اور اس کے فرشتے ایک محمد کی تائید میں کھڑے ہو جاتے اور ان کروڑوں کو جھوٹا قرار دیتے اور ہلاک ہونے کے لائق قرار دیتے

یہ انصاف کا قانون

یہ جو مذہب کی دنیا میں لازماً لاگو کرنا ہوگا اس کے بغیر مذہبی دنیا میں امن قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وہ انصاف تھا جس نے نوحؑ کی قوم سے ساتھ ایک سلوک کیا ہے۔ عجیب انصاف ہے۔ چند آدمیوں کی خاطر لاکھوں کو صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے کلیۃً مٹا دیا گیا لیکن اس لئے کہ وہ فساد کے ذمہ دار تھے نہ کہ وہ چند معصوم۔ آج کل کی حکومتوں کا یہ قانون ہے کہ یہ دیکھو کہ دو متبادل گروہوں میں سے کمزور کون سا ہے اور طاقتور کونسا ہے اور یہ تسلیم شدہ سیاسی اصول ہے کہ ہرگز کمزور کی خاطر خواہ وہ حق پر ہو طاقتور اکثریت سے مقابلہ نہیں کرنا۔ اگر یہ اصول آپ کی سیاست کا راہنما رہا تو نہ ہندوستان میں شرافت زندہ رہ سکتی ہے نہ پاکستان میں شرافت زندہ رہ سکتی ہے۔ اور بھی اس قسم کی باتیں ہیں جو مختلف زاویوں سے بیان کی جا سکتی ہیں لیکن وقت چونکہ تھوڑا باقی رہ گیا ہے اس لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دو اقتباس پیش کر کے اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور ؑ فرماتے ہیں

" اس بات کو کون نہیں جانتا کہ سخت دشمنیوں کی جڑ ان نبیوں اور رسولوں کی تحقیر ہے جن کو ہر ایک قوم کے کروڑہا انسانوں نے قبول کر لیا ہے "

(روحانی خزائن۔ چشمہ معرفت۔ جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۳۸۳)

پھر فرماتے ہیں :

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

رمضان المبارک ـــ فضائل و برکات

از ڈاکٹر طارق احمد خان جرنلسٹ قادیان

رمضان کا مہینہ بہت ہی بابرکت مہینہ ہے۔ جو ہر سال اپنی رحمتوں اور برکتوں اور فضلوں کو لئے ہوئے آتا ہے جس کا اول رحمت درمیان مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے۔ اسی مبارک مہینے میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اس مبارک مہینے کے آخری دنوں میں شب قدر آتی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ۔ (القدر)

کہ لیلۃ القدر تو ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔

رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان کھانا اور پانی اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا...... رمضان دُعا کا مہینہ ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرہ)

یہ وہ مہینہ ہے۔ رمضان کا جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اس سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ جن سے مومن خداتعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ میں یہی اشارہ ہے۔ بلاشک روزہ کا حکم اجر عظیم ہے مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔ روزہ کے بارہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے۔

اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ

اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ بلکہ اسکی حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اس قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری غذا کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

اس سے قبل ماہ رمضان موسم گرما کے شدید گرم مہینوں میں بھی آیا۔ اس کے باوجود ایمانی سرور اور رضائے الٰہی کے جذبات سے سرشار مومنین نے روزوں کو پابندی کے ساتھ رکھا اور اس کی رحمتوں سے برابر فائدہ اٹھاتے رہے۔

اس سال ماہ فروری کی ۲۴ تاریخ سے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس مہینہ میں ہر قسم کی عبادتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ روزہ اور نماز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر رات کے نوافل کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے۔ تیسرے قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے۔ چوتھے سخاوت اور پانچویں آفات نفس سے بچنا ہے۔ ان پانچ بنیادی عبادات کا مجموعہ ماہ رمضان ہوتا ہے ...... مشق کے لئے مسلسل کام کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے پورے ایک ماہ کے روزے مقرر فرما دیئے تاکہ مومنوں کو خدا تعالیٰ کے لئے بھوکا پیاسا رہنے اور رات کو عبادت کے لئے اُٹھنے اور دن کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کریم کی عادت ہو اور ان کی روحانی صلاحیتیں ترقی کریں۔

ویسے تو اللہ تعالےٰ کے انعام اور احسانات کے دروازے ہر وقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے ان سے حصہ لے سکتا ہے۔ صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے۔ اس کو دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ تو کبھی اپنے بندہ کو نہیں چھوڑتا ہاں بندہ خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازہ پر چلا جاتا ہے۔ اس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے۔ ہر لمحہ قبولیت دُعا کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اسی کے احسانات میں سے ہے کہ اس نے رمضان کا ایک مہینہ مقرر کردیا تاکہ وہ لوگ جو خود نہیں اُٹھ سکتے ان کو ایک نظام کے ماتحت اٹھنے کی عادت ہو جائے اور ان کی غفلتیں ان کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔

عدل کا پرچم اُٹھائیں گے ہم

ہم احمدی ہیں بفضل ایزد — عدل کا پرچم اُٹھائیں گے ہم
ہمارے ذمے ہے سب کی خدمت — بنیں گے خادم بچائیں گے ہم
یہ آسماں کی صدا ہے پیارو — اگر سنو گے سنائیں گے ہم
مسیح آیا ہے بن کے مہدیؑ — یہ راز سب کو بتائیں گے ہم
ستم کی آندھی جو چل رہی ہے — اسے دُعا سے اڑائیں گے ہم
بساطِ دنیا بگڑ گئی ہے — نئے سرے سے سجائیں گے ہم
اے ظالمو! اس جہان والو! — مٹا لو نقشے جمائیں گے ہم

جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا
اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم"

(چوہدری عنایت اللہ احمدی لندن)

قبولِ احمدیت کی ایک ایمان افروز داستان

از مکرم چوہدری رشید احمد صاحب پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ

ذیل میں قبول احمدیت کا ایک دلچسپ واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کی خود راہنمائی فرمائی اور اس نے احمدیت کی صداقت کو جلد ہی دل وجان سے قبول کر لیا۔ قبول احمدیت کی یہ داستان انہی کی زبانی سنئے وہ لکھتے ہیں:۔

"میں ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ میری تعلیم میٹرک تک ہے۔ میرے والد صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ چار پانچ سال قبل کی بات ہے۔ میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے والد صاحب کے ساتھ دکان پر بیٹھنے لگا۔ ان دنوں میری شناسائی ایک عیسائی لڑکے سے ہو گئی جو "یہواہ کے گواہ" JEHOVAH'S WITNESSES کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ ایک دن وہ مجھے عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے لگا۔ میرا مذہبی مطالعہ اتنا گہرا نہیں تھا مگر پھر بھی دل میں جوش تھا کہ اس کی باتوں کا جواب دوں۔ میری کمزوری کو بھانپ کر اس نے اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے اور کہنے لگا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراض کیا اور کہا کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ انہوں نے اس وقت شادی کی جب وہ ۹ سال کی تھیں وغیرہ وغیرہ پھر کہا کہ دیکھو تمہارے نبی تو وفات پا چکے ہیں۔ ہمارا نبی آسمان پر زندہ ہے اور یہ بھی کہا کہ قرآن کوئی الہامی کتاب نہیں۔ بہت کچھ بائبل سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان تمام اعتراضات کا میں اپنی کم علمی کی وجہ سے کچھ جواب نہ دے سکا۔ چنانچہ میں طیش میں آگیا اور اس سے سخت کلامی پر اتر آیا۔ اس نے مجھے طیش میں دیکھ کر کہا۔ مسلمان صرف جوش ہی دکھا سکتے ہیں۔ ہماری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں اپنے قاری صاحب سے بات کر کے کل تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔ چنانچہ اسی دن علاقہ کی بڑی مسجد کے خطیب کے پاس پہنچا جن کے خطابات کی علاقہ بھر میں دھوم مچی ہوئی تھی انہوں نے میری باتوں کو غور سے سنا اور الٹا مجھ سے ناراض ہوئے کہ تم عیسائیوں کے پاس کیا لینے جاتے ہو وہ کافر ہیں ان سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے بہتیری کوشش کی کہ قاری صاحب مجھے کوئی جواب سمجھائیں تاکہ میں اس عیسائی لڑکے کا منہ بند کر سکوں مگر وہ بڑی دانائی سے ٹال گئے اور کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بائبل کا مطالعہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ میں بہت مایوس ہوا۔ قریب ہی دکان پر کام کرنے والا ایک احمدی لڑکا میرا دوست تھا۔ میں نے اس سے اس مسئلہ پر بات کی تو اس نے کہا میں تمہیں ایک کتاب "احمدیہ پاکٹ بک" دیتا ہوں۔ اس کا مطالعہ کرو اور پھر اس عیسائی سے بات کرو۔ میں کتاب گھر لے گیا۔ پھر ایک عیسائی ڈاکٹر سے میں نے ایک عدد بائبل حاصل کی اور اسی طرح پاکٹ بک میں جو حوالے درج تھے ان کو چیک کیا۔ جوں جوں میں نے مطالعہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ میری تسلی ہونی شروع ہو گئی۔ میں نے وہ حوالے عیسائی لڑکے کو بتائے اور بائبل کھول کر دکھائی تو وہ پریشان ہو گیا اور مجھ سے بات کرنے سے کترانے لگا۔ پہلے میں اس سے بھاگتا تھا اب وہ مجھے دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ آخر ایک دن عاجز آکر کہنے لگا کہ یہ بھی آپ نجانے کیسی تحریف شدہ بائبل شائع کر دیتے ہیں یہ آپ کا ملک ہے پریس بھی آپ ہی کا ہے ہم تو اقلیت میں ہیں۔

> • اس نے مجھے طیش میں دیکھ کر کہا مسلمان صرف جوش ہی دکھا سکتے ہیں ہماری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔
>
> • پھر کہنے لگا کہ تمہارا نبی تو زمین میں مدفون ہے اور ہمارا آسمان پر ہے۔ جب ہمارے نبی نے ہی تمہارے دین کو مکمل کرنا ہے۔ تو آج ہی کیوں نہیں اس کو مان لیتے
>
> • یہ بھی خیال آتا کہ پاکستان میں اتنے بڑے بڑے عالم ہیں۔ مولانا عبدالرشید نیازی۔ مولانا طاہر القادری آخر وہ احمدی کیوں نہیں ہوتے۔

پھر کہنے لگا کہ تمہارا نبی تو زمین میں دفن ہے اور ہمارا آسمان پر ہے آپ کے عقیدہ کے مطابق بھی وہ اگر آپ کے دین کو دوسرے دینوں پر غالب کریگا جب ہمارے نبی نے ہی آپ کے دین کو مکمل کرنا ہے اور آپ نے اس کی بیعت کرنی ہے تو آج ہی کیوں نہیں اس کو مان لیتے مجھے اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ ایک دفعہ پھر مولویوں کے پاس پہنچا کہ تسلی ہو مگر بے سود۔ میں دن رات پریشان رہنے لگا۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرتا تو دل کو یقین ہوتا کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں مولویوں کی بات سنتا تو وہ حیات مسیح پر کاربند نظر آتے۔ ایک مولوی صاحب سے بحث کر بیٹھا کہ دیکھو آیت قرآنی اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ پہلے وفات کا بتاتی ہے پھر اوپر اٹھنے کا ذکر ہے تو مولوی صاحب نے فرمایا، تم تو مرزائی ہونے جا رہے ہو۔ اور پھر کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ ادھر سے مایوس ہو کر ایک مرتبہ پھر احمدی لڑکے کے پاس پہنچا اور احمدی عقائد کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ احمدی لٹریچر خصوصاً حضرت مرزا صاحب کی کتاب "جنگ مقدس" جو عبداللہ آتھم پادری اور حضرت مرزا صاحب کے مابین مباحثہ پر مشتمل ہے کا مطالعہ کیا تو ذہن مطمئن ہو گیا اور میں احمدیت کے بہت قریب ہو گیا۔ مگر دل میں ایک وسوسہ ضرور تھا کہ میں تو صحیح طریق سے قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتا یہ نہ ہو کہ نادانی میں کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھوں یہ بھی خیال آتا کہ پاکستان میں اتنے بڑے بڑے عالم ہیں مولانا عبدالستار نیازی مولانا طاہر القادری وغیرہ آخر وہ احمدی کیوں نہیں ہو جاتے۔ مگر بعد میں اس بات کا احساس ہوا کہ حق کی شناخت بھی اللہ کے فضل سے ہوتی ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کیا اور مجھے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی توفیق بخشی میں نے بیعت فارم پُر کر دیا ہے۔ دل خوب مطمئن ہے اور امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد کی خدمت میں پہلا خط ارسال کر رہا ہوں اس عاجزانہ درخواست دعا کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ مجھے احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی انسان کی سوچ بیدار ہو اور ذہن سچائی کی طرف مائل ہو اور فطرت کی پاکیزگی ماحول کے بداثرات سے زنگ آلود نہ ہوئی ہو تو خدا تعالیٰ خود ایسے شخص کی راہنمائی فرماتا ہے اور سچائی سے اس کے دل کو منور کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمارے اس بھائی کے ساتھ پیار کا سلوک فرمایا اور اسکو اسکی خوبیوں کے نتیجے میں احمدیت کی روشنی عطا فرمائی۔

ہمیں یقین ہے کہ جو بھی صدق دل سے معاملہ کی تحقیق کریگا وہ نیک فطرت انجام کار اسی طرف آئیگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعادت کی یہ راہ ہمارے اس بھائی کیلئے حد مبارک فرمائے اور اسے اپنی قرب کی راہوں پر مزید آگے بڑھاتا چلا جائے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بھائی کو استقامت عطا فرمائے اور ہر قسم کی ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین

مدلل و مسکت جوابات　　　قسط نمبر ۲۱

راہِ ھدیٰ

تحریر ـــــــــــ ایم ۔ کے ظفر الله

دیوبندی عالم محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے رسالہ "قادیانیوں کو دعوتِ اسلام" کے جواب میں
(ادارہ)

عقیدہ نمبر ۱۷

اس عنوان کے تحت لدھیانوی لکھتے ہیں۔ "قرآن کریم کی کسی آیت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یہ مضمون نہیں کہ اللہ تعالے نے آپ کو "تو میرے بیٹے جیسا" کہا ہو لیکن مرزا صاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ خدا ان سے فرماتا ہے کہ
" انت منی بمنزلۃ ولدی ۔
انت منی بمنزلۃ اولادی "
یعنی تو مجھ سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے، تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔"
(صفحہ ۱۳)

"بمنزلۃ ولدی" اور "ولدی" میں زمین اور آسمان کا فرق ہے خدا کا تو کوئی بیٹا نہیں لیکن اگر خدا یہ کہے کہ میں بیٹوں کی طرح پیار کرتا ہوں تو یہ کوئی نیا محاورہ نہیں بائیبل ایسے محاورات سے بھری پڑی ہے بلکہ بائیبل میں تو سارے بنی اسرائیل کو خدا کے بیٹے قرار دیا گیا ہے۔ کیا جناب مولوی صاحب اس کا یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے واقعی خدا کے بیٹے ہوا کرتے تھے اور نزول قرآن کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا ہے۔
قرآن کریم تو فرماتا ہے
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ
کہ خدا کے پہلے کبھی بھی بیٹے نہیں تھے نہ اس نے کبھی کسی کو جنا نہ خود جنا گیا۔ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ ہے اور یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

الہی صحیفوں سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا کا کسی کو پیار کے اظہار کے طور پر بیٹا کہہ دینا ہمیشہ ان معنوں میں ہوتا ہے کہ جس طرح تم لوگ بیٹوں سے پیار کرتے ہو اس سے بڑھ کر میں پیار کرتا ہوں۔

رہا یہ سوال کہ قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت مولوی صاحب کو نظر نہیں آتی تو نجانے یہ کس نظر سے قرآن پڑھتے ہیں دیکھئے قرآن کریم میں صاف لکھا ہے
" فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا "
(بقرہ آیت نمبر ۲۰۱)
ترجمہ: اپنے باپ دادوں کو یاد کرنے کی طرح اللہ کو یاد کرو اگر ہو سکے تو اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔
نجانے مولوی صاحب اس آیت کا کیا مطلب سمجھتے ہیں۔ ظاہر پرست مولوی کا تو عرفان کے ان کوچوں سے کبھی گذر ہی نہیں ہوا۔ یہ کیسے گستاخ قرار دیتے ہیں اور کس کی گستاخی کا مضمون ان کے ذہن میں ابھرتا ہے۔
امت محمدیہ کے عظیم عارف باللہ بزرگ ان مضامین کو خوب سمجھتے تھے اور ان پر بارہا روشنی ڈال چکے ہیں دیکھیے حضرت مولانا روم رح فرماتے ہیں:
" اولیاء اطفال حق اند اے پسر"
کہ اولیاء مجازی طور پر خدا کے بیٹے ہیں
(الہام منظوم ترجمہ مثنوی مولانا روم رح دفتر سوم صفحہ ۱۲ مرتبہ مولوی فیروز الدین مطبوعہ ۱۳۱۳ھ)
لیکن سب سے بڑے عارف باللہ جن کو زمانے میں کبھی پیدا ہوئے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو سب سے زیادہ توحید کی غیرت رکھنے والے آپ ہی کا وجود تھا افسوس یہ ہے کہ یہ مولوی صاحب کیسے کور باطن ہیں کہ نہ آیات قرآنیہ پر ان کی نظر پڑی نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُر معارف کلام پر کہ
" اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ "
(مشکوٰۃ کتاب الادب باب الشفقۃ)
کہ مخلوق اللہ تعالےٰ کا کنبہ یعنی اس کی اولاد ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ خدا کا محبوب ترین بندہ ہے۔
لیکن افسوس کہ عدم عرفان کی بنا پر یہ مولوی صاحب تو بلا شبہ حق دیکھتے ہوئے بھی اس سے اعراض کرتے ہیں اور چیزوں کو باطل بنا کر دکھاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس الہام پر یہ پھبتیاں کس رہے ہیں اور اس سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے اب دیکھیں اس الہام کی تشریح حضرت مرزا صاحب نے کیا فرمائی جو خود سمجھی اور سمجھائی اس کے خلاف تشریح کرنے کا کس کو کیا حق ہے سوائے اس کے کہ کسی کی فطرت گندی ہو۔ آپ فرماتے ہیں:
" یاد رہے خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ (انت منی بمنزلۃ اولادی ۔ناقل) اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللّٰہ کے قل یا عبادی بھی کہا اور یہ بھی فرمایا
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ
پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے
قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّالْخَیْرُ كُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ
(دافع البلاء صفحہ ۶ ۔ حاشیہ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ حاشیہ صفحہ ۲۲۷)
یہ قطعی طور پر مولویوں کی بددیانتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی اتنی عبارت کے ہوتے ہوئے بھی ان کی طرف شرک منسوب کریں۔
اسی مضمون میں حضرت مرزا صاحب کی ایک عاشقانہ تحریر اس قسم کی عشوں کا قضیہ ایک اور طرح بھی چکا دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں
" خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے
" فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا "
یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے اور خدا تعالےٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے ایسا ہی خدا تعالےٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔ سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ صرف ایک استعارہ ہے ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے"
(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد نمبر ۲۲ صفحہ ۶۶۱)

عقیدہ نمبر ۱۸

اس عنوان کے تحت لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں۔
" قرآن کریم کی کسی آیت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یہ مضمون بھی نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے[1] "کن فیکون" کی طاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہو۔ لیکن مرزا غلام احمد کے بارے میں قادیانیوں کا

---

[1] نقل مطابق اصل ہے یہاں الفاظ "دے" ہونے چاہیے۔

عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے "کن فیکون" کے اختیارات ان کو عطا فرمائے ہیں چنانچہ مرزا صاحب کا الہام ہے:-

اِنَّمَا اَمْرُکَ اِذَا اَرَدْتَ شَیْئًا اَنْ تَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

(تذکرہ صفحہ ۵۲۵)

"اے مرزا! تیری شان یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو تو اس سے کہہ دے کہ ہو جا، پس وہ ہو جائے گی"

(صفحہ ۳۱)

معزز قارئین. لدھیانوی صاحب نے مرزا صاحب کا الہام تو صحیح درج کیا ہے لیکن ترجمہ کرتے وقت اپنی دیانت داری کا جنازہ نکال دیا ہے. لدھیانوی صاحب یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اس الہام میں خدا تعالیٰ مرزا صاحب کے وجود میں کن فیکون کی طاقت تسلیم کرتا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے. چنانچہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں بھی اس الہام کو درج کیا ہے کہیں بھی وہ ترجمہ نہیں کیا جو لدھیانوی صاحب نے پبلک کو دھوکہ دینے کے لئے کیا ہے یہ الہام بے شک خدا کا کلام ہے لیکن مرزا صاحب کی زبان سے ادا کیا گیا ہے اور اس میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کن فیکون کی طاقت پائی جاتی ہے چنانچہ یہ اسلوب بیان بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ کی آیت

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

میں ہے اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ اے رسول ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں بلکہ آیت میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کی زبان سے یہ کہا گیا ہے کہ اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا

اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا

(الدھر آیت نمبر ۱۰)

یہاں پر بھی لفظ "یقولون" محذوف ہے اور مراد یہ ہے کہ نیک بندے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا کے بندو! ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی جزا طلب کرتے ہیں نہ تمہارا شکر چاہتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:-

مَا نَعْبُدُہُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی

(الزمر آیت نمبر ۴)

یہاں پر بھی یقولون محذوف ہے اور ترجمہ یوں ہوگا کہ مشرکین کہتے ہیں کہ ہم اپنے بنائے ہوئے شریکوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

یہاں یہ ہرگز یہ مراد نہیں کہ خدا نعوذ باللہ اپنی بابت یہ کہتا ہے کہ میں مشرکین کے بنائے ہوئے شریکوں کی عبادت کرتا ہوں۔

بالکل یہی طرز بیان حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الہام میں ہے جس پر لدھیانوی صاحب جان بوجھ کر نیا غیر معقول اعتراض کر رہے ہیں اور اس طرز کا اعتراض کر کے وہ دراصل دشمنان اسلام کو قرآن کریم پر حملہ کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

چنانچہ مرزا صاحب نے خود اس الہام کے ساتھ نازل ہونے والے دیگر الہامات سمیت جو ترجمہ کیا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

"اے ازلی ابدی خدا! میری مدد کے لئے آ۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اے میرے خدا میں مغلوب ہوں۔ میرا انتقام دشمنوں سے لے پس ان کو پیس ڈال کہ وہ زندگی کی وضع سے دور جا پڑے ہیں تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمہ یہ ہے کہ "اے خدا تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے" لیکن مولوی صاحب کی فتنہ پردازی دیکھو کس طرح کھلم کھلا اتہام باندھتے ہیں اور پھر ایسے مشرکانہ خیالات کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا اس بارہ میں کیا عقیدہ تھا یعنی آپ ان الہامات کی موجودگی میں "کن فیکون" کے اختیارات کس کے لئے مانتے تھے اس کی بابت آپ فرماتے ہیں:

"نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ میں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ

لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی زمین پر بھی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بھی اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

یعنی تمام زمین و آسمان اسی کی اطاعت کر رہے ہیں جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے"

(کشتی نوح صفحہ ۴۵ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۸)

اب مولوی صاحب کے اعتراض کو دیکھئے!

افتراء کی ایسی خبیثانہ مثال اگر کسی اور کے قلم میں ہو تو دکھائے امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا تو مولوی صاحب کے ہم خیال لوگوں کے ساتھ عمر بھر یہی بحث مباحثہ رہا کہ تم مسلمان علماء ہو کر کیوں خدا کا خوف نہیں کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو کرشمہ مردوں کا زندہ کرنے کا اعجاز نہیں مانتے اور یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی گوندھ کر پرندے بنائے اور پھونک مار کر انہیں زندہ کر کے اڑا دیا ہو لیکن حضرت عیسیٰؑ کے لئے یہ مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہو کہ وہ گویا خدا تعالیٰ کی کن فیکون کی تمام صفات میں شریک تھے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے جب تم قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دیتے ہو تو یہ مرزا صاحب ہی ہیں جو تمہیں متوجہ کرتے ہیں کہ انبیاء کے بارہ میں ایسا کلام روحانی معنی رکھتا ہے اس کا ظاہر پر اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ روحانی مریض ہی تھے جنہیں مسیحؑ اچھا کیا کرتے تھے۔ وہ روحانی پرندے ہی تھے جو مسیحؑ نے بنائے اور انہیں پرواز عطا کی اور وہ روحانی مردے ہی تھے جنہیں مسیح علیہ السلام زندہ کیا کرتے تھے یہ تو لدھیانوی صاحب جیسے مولوی ہیں جو پلٹ کر کہتے ہیں کہ تم تو قرآن کریم کی تاویلیں کرتے ہو اور ہم یقیناً ظاہری معنے ہی لیتے ہیں اور ظاہری معنوں کا اطلاق ہی مسیحؑ پر کرنے کو حق سمجھیں گے۔ یہ حضرت مرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے لمبا عرصہ [illegible] علماء کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ تمہاری [illegible]

ہی ہیں جو الوہیت مسیح کے عقیدہ کو سہارا دے رہی ہیں اور اس کی ابنیت کے باطلانہ خیال کو صحیح بنا کر دکھا رہی ہیں۔ تم لوگ ہرگز انصاف سے کام نہیں لیتے کہ جب حضرت مسیحؑ کے متعلق یہ لکھا ہوا دیکھتے ہو کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے تو یہ یقین کر لیتے ہو کہ وہ سالہا سال کے گڑے ہوئے جسمانی مردے ہیں جن کا قرآن کریم ذکر فرما رہا ہے لیکن جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسی قرآن میں لکھا پاتے ہو کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

(انفال آیت نمبر ۲۵)

کہ اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں پکارے کیونکہ وہ تمہیں زندہ کرتا ہے اور زندہ کرے گا۔ تو تم یہاں احیاء کے معنے جسمانی نہیں بلکہ روحانی کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہو اسی طرح تمہارے انصاف اور تقویٰ کا یہ حال ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق حدیثوں میں نزول کا لفظ لکھا ہوا دیکھتے ہو تو شور مچا دیتے ہو کہ دیکھو مسیح کا جسم سمیت آسمان سے اترنا ثابت ہو گیا اور جب یہی لفظ قرآن کریم کی حسب ذیل آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال ہوتا دیکھتے ہو کہ

اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا

(طلاق آیت ۱۱) تو یہاں لفظ نزول کی تاویل کرتے ہو اور کہتے ہو کہ جسم سمیت آنحضرتؐ کا اترنا مراد نہیں۔

پس یہ تمہاری ظاہر پرستیاں اور نا انصافیاں ہی ہیں کہ جن ہتھیاروں سے لیس ہو کر خدا تعالیٰ کے ایک پاک بندے حضرت مرزا صاحب پر حملہ آور ہو رہے ہو۔ لیکن ظلم اور فتنہ گری کی حد ہے کہ جس شخص نے عمر بھر تم سے ابنیت والوہیت مسیحؑ کے خلاف روحانی جنگیں لڑیں اور یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ مسیح کے متعلق مردوں کو زندہ کرنے کا اور مٹی سے پرندے بنانے کا ذکر ظاہر معنوں میں ہے اور تمہیں متنبہ کیا کہ اس طرح مسیحؑ کو خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کن فیکون میں شریک ماننا پڑے گا۔ اب تم اسی پاک موحد وجود پر صفت کن فیکون میں شریک ہونے کا الزام دھر رہے ہو۔ یہ دجل اور فریب کاری کی انتہا ہے۔

مغالطہ نمبر ۱۹

اس عنوان کے تحت لدھیانوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے دس الہامات

بطور اعتراض پیش کئے ہیں۔ مولوی صاحب نے عقیدہ نمبر ۱۹ کے تحت جو دس الہامات درج فرمائے ہیں اس فعل سے قاری کو ان کی ٹیڑھی طرز فکر پر خوب اطلاع ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے ہم متوجہ کر چکے ہیں کہ مولوی صاحب نے نمبر بنانے کے لئے بعض اعتراضات کو جو ایک ہی نوعیت سے تعلق رکھتے تھے۔ زائد نمبر دے کر بیان کیا ہے۔ اب مولوی صاحب کے لئے مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ۱۹ نمبر ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب اس نیت سے کہ قرآن کریم کی آیت

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ

کو عیاذاً باللہ مرزا صاحب پر چسپاں کر کے ۱۹ سے آگے نہیں بڑھنا چاہتے۔ اس لئے ۱۹ کے عدد پر پہنچ کر ایک نہیں دس مختلف الہامات مختلف اعتراضات کی خاطر اکٹھے کر دیتے ہیں۔ کوئی سیدھی سادی سوچ کا آدمی ہوتا تو ۱۹ سے قطع نظر ہوتے اعتراضات ذہن میں آتے نمبر شمار کرکے لکھتا چلا جاتا۔ ان کی یہ طرز بتاتی ہے کہ یہ قرآنی آیات کو بھی بازیچۂ اطفال سمجھتے ہیں۔ تاکہ جس طرح چاہیں ان کا زبردستی اطلاق کر کے دکھائیں اور اپنی بددیانتی اور ذہنی کجروی پر مہر تصدیق ثبت کریں۔

آئیے اب ہم ان دس اعتراضات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو نمبر ۱۹ کے تابع دس الہامات پر انہوں نے کئے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱

"انت اسمی الاعلٰی
(تذکرہ صفحہ ۳۲۸) تو میرا الاعلیٰ نام ہے۔"

جواب: اسم کے معنی نام اور صفت کے ہوتے ہیں اور مرزا صاحب انسان ہیں۔ انسان کو مسمّٰی اور موصوف تو کہا جا سکتا ہے۔ اسم اور صفت نہیں کہا جا سکتا۔ پس اس الہام میں کوئی لفظ بطور مضاف محذوف ماننا پڑے گا جیسا کہ عربی زبان میں مضاف اکثر محذوف ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر انت اور اسمی کے درمیان "مظہر" کا لفظ بطور مضاف محذوف ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے خود اس الہام کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"تو میرے اسم اعلیٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ ہوگا"
(تریاق القلوب صفحہ ۸۱ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۳۱۵)

اس الہام میں اجیہ قرآن مجید کی اس آیت کا مضمون بیان کر دیا گیا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ: ۲۲) کہ خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔ گویا ہر رسول خدا کے اسم اعلیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔

پس دیکھئے حضرت مرزا صاحب کا اپنا کیا ہوا ترجمہ قارئین سے چھپانا کس درجہ کی بے ادبی ہے اور اپنا بنایا ہوا ترجمہ مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنا کیسی بد دیانتی ہے"

اعتراض نمبر ۲

اَنْتَ مُرَادِيْ (تذکرہ صفحہ ۸۲)

تو میری مراد ہے۔ اس الہام میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اس الہام کے متعلق مولوی صاحب کے ذہن میں یہ فتنہ داخل ہوا ہے کہ گویا حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ اپنی تمام دلی تمنا مرزا صاحب کو قرار دے رہا ہے۔ یہ ہرگز نہ مرزا صاحب کا عقیدہ تھا نہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب تو بار بار خوب صراحت کے ساتھ یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ کائنات کے پیدا کرنے پر خدا تعالیٰ کے ارادے کا منتہیٰ اور آخری مراد حضرت محمد مصطفیٰ ہیں۔ پس یہاں "مراد" سے وہ مراد ہرگز نہیں بلکہ ہر شخص جس منصب پر متعین ہوتا ہے اس کے مطابق خدا تعالیٰ کی الگ الگ مراد ہوتی ہے۔ ہر چیز اس کے ارادہ سے پیدا ہوتی ہے اور ہر ارادہ جب پورا ہو تو مراد بن جاتی ہے۔ پس زمانہ آخر میں امام مہدی سے متعلق جب اللہ تعالیٰ یہ فرمائے تو اس کا اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہو سکتا کہ اس زمانہ میں اسے پیدا کرنا مقصود تھا۔ یہاں حضرت مرزا صاحب کی ذات نہیں بلکہ منصب مہدویت اور منصب مسیحیت مراد ہے۔ کیونکہ یہی مضمون آپ کا حسب ذیل شعر خوب کھول رہا ہے۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پس قطعاً ثابت ہوا کہ جناب لدھیانوی صاحب جو مضمون پیدا کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب کی ذات کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے بے بنیاد اور جھوٹ ہے جسے حضرت مرزا صاحب کی کھلی کھلی تحریریں رد کرتی ہیں۔

اعتراض نمبر ۳

"اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ
(تذکرہ صفحہ ۴۳۶) تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔"

جواب: یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو محبت و پیار کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ ذیل کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا "انت منی وانا منک" (بخاری، کتاب الصلح باب کیف یکتب ہذا) کہ اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

۲۔ اشعری قبیلہ کے بارے میں فرمایا "هُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ" تجرید البخاری باب الشرکۃ جلد اول صفحہ ۴۹۲ مرتبہ فیروز الدین اینڈ سنز مطبوعہ کوآپریٹو سٹیم پریس لاہور (۱۳۴۱ھ) کہ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔

۳۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ (مستدرک حاکم جلد نمبر ۳ کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ) سلمان ہم میں سے ہے اہل بیت سے ہے۔

لیکن یہ تو محض انسانی تعلقات کی باتیں ہیں۔ اب سنیئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا اور بندہ کے تعلق میں بعینہٖ یہی فقرہ بیان فرمایا ہے۔

اَلْعَبْدُ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مِنْهُ

(الجامع الصغیر للسیوطی باب العین) کہ خدا کا کامل اور سچا غلام اللہ میں سے ہوتا ہے اور خدا اس میں سے ہوتا ہے۔

اب دیکھئے! جناب لدھیانوی صاحب کا حملہ دراصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف سخت گستاخی اور بے باکی ہے اگر اس قسم کے محاورہ کے معانی مولوی صاحب مشرکانہ کلمات سمجھتے ہیں تو دیکھئے کس قدر بدبختی کے مقام پر آ پہنچے ہیں کہ ایسا ہی فقرہ اسی حدیث نبوی کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جاری ہونا ثابت ہوتا ہے۔

درحقیقت اردو زبان میں انت منی وانا منک کا ترجمہ ایک دقت پیدا کر رہا ہے۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے، اس کا لفظی ترجمہ ہے جو پوری طرح اصل مضمون کو واضح نہیں کرتا۔ اگر اس کا بامحاورہ ترجمہ کیا جائے تو اعتراض خود ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔

"تو میرا ہے میں تیرا ہوں"

عربی زبان میں اگر یہ کہنا ہو کہ تو میرا ہے تو "انتَ" کو متکلم کی ضمیر "ی" کی طرف مضاف کیا ہی نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ درمیان میں "مِنْ" داخل کیا جائے۔ اسی طرح "انا" کی ضمیر متکلم کو ضمیر "ک" کی طرف مضاف کرنا ممکن نہیں۔ سوائے اس کے کہ درمیان میں "مِنْ" داخل کیا جائے۔ اسی لئے "تو میرا ہے" کے لئے جس طرح "انتی" کہنا بالکل لغو اور غلط ہے اسی طرح "انا ک" کہنا بھی بالکل لغو اور غلط ہے۔ پس جب یہ کہنا ہو کہ "تو میرا ہے میں تیرا ہوں" تو عربی محاورہ میں سوائے انت منی وانا منک کہنے کے اور کوئی چارہ ہی نہیں۔

اب ضمناً مولوی صاحب کو یہ بتلاتے چلیں کہ اس زمانہ کے غزنوی خاندان کے مشہور صوفی بزرگ حضرت عبداللہ غزنوی کو بمطابق کتاب "سوانح مولوی عبداللہ غزنوی صفحہ ۴۲" "ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ یہ الہام ہوا انت منی وانا منک۔"

اعتراض نمبر ۴

انت منی بمنزلۃ بروزی
(تذکرہ صفحہ ۶۹۶) "تو بمنزلہ میرے بروز کے ہے"

اس سے پہلے بکثرت اس مسئلہ پر بحث گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۵

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی (تذکرہ صفحہ ۳۸۱)
یعنی تو بمنزلہ میری توحید و تفرید کے ہے"

اس الہام کا جو ترجمہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے وہی درست بامحاورہ ترجمہ ہے اور ذرا پہلے ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں جب یہ کہنا ہو کہ تو میرا ہے میں تیرا ہوں تو عربی میں انت منی وانا منک

کے درمیان "بین" داخل کرنا پڑتا ہے پس دراصل یہاں اسی طرح کا ایک پیار کا اظہار ہے کہ تو مجھے اسی طرح عزیز ہے جس طرح مجھے توحید عزیز ہے، اور جس طرح اپنی یکتائی عزیز ہے۔ یہی ترجمہ حضرت مرزا صاحب نے اس الہام کا کیا ہے "تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵ حاشیہ)

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کی نہ تو قرآن پر نظر ہے نہ حدیث پر اور نہ تاریخ اسلام سے انہیں واقفیت ہے۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ بدر میں یہ دعا کی کہ اے خدا تو نے اگر آج اس مٹھی بھر (میرے صحابہ کی) جماعت کو ہلاک ہونے دیا تو پھر کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ نے درحقیقت اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ خدا کے بعض بندے توحید کے علمبردار ہوجاتے ہیں اگر وہ اٹھ جائیں تو توحید اٹھ جاتی ہے پس خدا کے تمام بھیجے ہوئے انبیاء اسی طرح خدا کی توحید اور تفرید کے مظہر ہوتے ہیں جیسا کہ زیر نظر الہام میں بیان فرمایا گیا ہے اور چونکہ خدا کو اپنی توحید اور تفرید بہت پیاری ہے اس لیے اپنے ان بندوں سے جو اس کی توحید اور تفرید کے لیے سب کچھ قربان کرنے والے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے لیے غیرت دکھاتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

دیکھئے کتنا پیارا مضمون قرآن کریم اور فرمودات نبویہ سے بالبداہت ثابت ہے اور ادھر مولانا صاحب ہیں کہ اپنے ہی خیالات کی تاریکیوں میں بیٹھے اعتراضات کا تانا بانا بنتے چلے جاتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۶

انت منی بمنزلۃ روحی

(تذکرہ صفحہ ۱۸۷)

تو بمنزلہ میری روح کے ہے۔

مولوی صاحب کا اس پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے جب یہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ قرار دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جب قرآن میں یہ پڑھا دیکھتے ہیں کہ آدم میں جب خدا نے اپنی روح پھونکی تو اس وقت انہیں تعجب ہوتا ہے نہ اعتراض پیدا ہوتا ہے اور مزید تعجب یہ ہے کہ ان معترض صاحب نے قرآن کریم کی اس آیت کا مطالعہ نہیں فرمایا کہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

(بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۶) پس درحقیقت امر الٰہی کا نام ہی روح ہے ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کوئی جسم نہیں کہ جس کی الگ روح ہو پس جب خدا کی روح کی بات کی جاتی ہے تو مراد اس کا امر ہی ہے پس امر اللہ سے آدم علیہ السلام کو زندگی ملی اور امر اللہ سے ہی مسیح میں جان پڑی اور ہر زمانہ کا مامور خدا کے امر سے بنتا ہے اور وہ اس سے اپنے امر ہی کی طرح پیار کرتا ہے۔ پس اس کو سمجھئے یہ تاریکیوں کی بحث میں کھلم کھلا آیتوں کی نصوص صریحہ کی رو سے روح اور امر کا مضمون سمجھایا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی حملہ کی غرض سے باز نہیں آتا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

اعتراض نمبر ۷

انت منی بمنزلۃ سمعی

(تذکرہ صفحہ ۴۴۷)

تو بمنزلہ میرے کان کے ہے

مولوی صاحب غالباً اس الہام پر تمسخر کرنا چاہتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ کے کان ہیں اور مرزا صاحب خود وہ کان ہیں۔

درحقیقت مولوی صاحب سے نپٹنا ایک بہت بڑا سر درد کا ہے۔ کیونکہ ان کو کچھ بھی علم نہیں۔ نہ قرآن نہ دین نہ عرفان۔ پڑھا تو سب کچھ ہوا ہے لیکن سمجھا خاک بھی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام یا اس قسم کے دوسرے الہام جن میں خدا کے اعضاء یا بدن کا معنی دکھائی دیتا ہے ان کی کسی تشریح اور تاویل کی جماعت کو ضرورت نہیں۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسائل کو حل فرما چکے ہیں اور اس مضمون پر آپ کی بات ہی حرف آخر ہے اگر یہ پڑھنے کے بعد بھی مولوی صاحب زبان کھولنے کی جرأت کریں تو ایسا کرنا یقیناً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخی کے مترادف ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان سے اس حدیث قدسی کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۸ سے آگے

"دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے۔ پس اس دشوار گزار راہ کے لیے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچا دے۔ ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لیے بلاتا ہے جب کہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے.........

آپ ہندو اور مسلمان کو مخاطب ہیں۔ آج میں بھی خصوصیت کے ساتھ ہندو اور مسلمان کو، پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندو کو مخاطب ہوتے ہوئے یہ کہتا ہوں۔ .....جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آ رہے ہیں۔ قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور برے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی.....

(روحانی خزائن۔ پیغام صلح۔ جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۴۴۲)

میں جو ہندوستان اور پاکستان کو بار بار عقل اور انصاف سے سمجھوتوں کی تعلیم دے رہا ہوں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس دنیا میں

آئندہ بہت بہت خوفناک ابتلاء

اور جنگیں دکھائی دے رہی ہیں جو میں سمجھتا ہوں کچھ قرآنی تعلیم پر مبنی ایسے ابتلاء ہیں جو عالمگیر ہوں گے اور بہت بڑی تباہیاں لائیں گے اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پر مبنی ہیں کچھ سیاسی حالات نے اپنے مستقبل کی اپنی کہانی جو آج کے افق پر لکھنی شروع کر دی ہے اس کو پڑھتے ہوئے مجھے معلوم ہے کہ بہت سخت دن آگے آنے والے ہیں اور غریب قوموں کا فرض ہے کہ آج سنبھلیں اور اپنے حالات درست کریں ورنہ ان حالات کا مقابلہ کرنے کی کوئی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہے گی۔ امیر قومیں ہمیشہ غریبوں کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ان کو آپس میں لڑاتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں دونوں طرف کے وہ لوگ امیر قوموں کو اپنا ہمدرد سمجھ رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے لڑتے، ایک دوسرے کا خون چوس کر ہتھیار خریدتے اور وہ ہتھیار ایک دوسرے کا خون بہانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک مختصر سی کہانی ہے جو اس سارے دور کی تاریخ کا خلاصہ بن چکی ہے۔ ہر سیاستدان یہ جانتا ہے کہ DIVIDE AND RULE کی پالیسی کوئی ایسی پالیسی تو نہیں جس کو سمجھنے کے لیے غیر معمولی عقل و دانش کی یا تعلیم کی ضرورت ہو۔ سکول کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ مغربی قوموں نے دنیا پر DIVIDE AND RULE کے ذریعہ حکومت کی ہے اور ہمارے سیاستدان انہی سکولوں کے پڑھے ہوئے ہیں جہاں ابتدائی قاعدوں میں یہ بات لکھی گئی تھی لیکن مرتے دم تک ہوش نہیں کرتے اس لیے کہ خود غرضی اندھا کر دیتی ہے جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ جانتے ہیں کہ ہم خود اپنے آپ کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنائے ہوئے ہیں اور ہمارے عوام کی عزت ہماری قوم کا مستقبل داؤ پر لگ گیا ہے اس کے باوجود نفسانی خود غرضیوں کے نتیجہ میں وہ تین حرکات جو اس سیاست کے پیش نظر آپ کے سامنے رکھے تھے وہ ان کی آنکھوں کے سامنے پردے بن جاتے ہیں گویا کہ وہ تینوں پردے ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ایک کانوں پہ پڑ جاتا ہے۔ ایک آنکھوں پہ پڑ جاتا ہے اور ایک وہ ہے جو دل پہ مہر لگا دیتا ہے۔ تمام وہ صلاحیتیں مسخ ہو جاتی ہیں جن صلاحیتوں کی قوم کے راہنماؤں کو ضرورت پڑتی ہے۔ پس جماعت کو چاہیے کہ ساری دنیا میں یہ باتیں سمجھا سمجھا کر جہاد کریں۔ اگر ہم آج نہیں سمجھائیں گے تو کل ہم سمجھنے کے لائق نہیں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کم سے کم احمدیت کو یہ تسلی ہوگی کہ ہم اگر مرے ہیں تو راہ حق پر مرے ہیں۔ نیکی کی تبلیغ کرتے ہوئے مرے ہیں۔ ایسا شخص جو نیک کام پر جان دیتا ہے وہ جس قوم پر گرتا ہے شہادت کی زندگی اسے نصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ نوٹ:- مکرم منیر احمد جاوید کا مرتب کردہ مندرجہ بالا خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے (ادارہ)

* میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میرا پیار اسے مل جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

رمضان المبارک میں فدیۃ الصیام کی ادائیگی

جماعتِ مومنین کے لئے ایک بار پھر اُن کی زندگیوں میں رمضان المبارک آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو ماہِ صیام کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ ان کے روزے اور دیگر عبادات مقبول ہوں۔

رمضان شریف کے مبارک مہینے میں ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مُسلمان مرد اور عورت کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے۔ روزے کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکانِ اسلام کی البتہ جو مرد اور عورت بیمار ہوں نیز ضعفِ پیری یا کسی دوسری حقیقی معذوری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکتے ہوں اُن کو اسلامی شریعت نے فدیۃ الصیام ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے روزے کے عوض کھانا کھلا دیا جائے۔ اور یہ صُورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اَور طریق سے کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔ تاکہ وہ رمضان المبارک کی برکات سے محرُوم نہ رہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق تو روزہ داروں کو بھی جو استطاعت رکھتے ہوں فدیۃ الصیام دینا چاہیئے۔ تاکہ اُن کے روزے مقبول ہوں۔ اور جو کمی کسی پہلو سے اُن کے اِس نیک عمل میں رہ گئی ہے وہ اس زائد نیکی کے صدقے پُوری ہو جائے۔ پس ایسے احباب جماعتِ احمدیہ بھارت جو مرکزِ سلسلہ قادیان میں جماعتی نظام کے تحت اپنے فدیۃ الصیام کی رقوم مستحق غرباء اور مساکین میں تقسیم کروانے کے خواہشمند ہوں وہ اپنی جملہ رقوم امیر جماعتِ احمدیہ قادیان کے پتہ پر ارسال کریں۔ انشاء اللہ اُن کی طرف سے اس کی مناسب تقسیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اور سب کے روزے اور دیگر عبادات مقبول فرمائے۔ آمین

امیر جماعتِ احمدیہ قادیان

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی اہمیت و برکت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ (سورۃ الروم، آیۃ ۴۰)

یعنی تم جو زکوٰۃ محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دوگے تو ایسے طور پر دینے والے اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے بلکہ بڑھاتے ہیں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔

(سورۃ السبا: آیۃ ۴۰)

یعنی جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بجائے اَور دے گا۔ اور وہ سب سے اچھا دینے والا ہے۔

زیورات کی زکوٰۃ

جن عورتوں کے پاس قابلِ زکوٰۃ زیورات ہیں اُن پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اِس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو زیور استعمال میں آتا ہے اُس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور جو رکھا رہتا ہے اور کبھی کبھی پہنا جائے اُس کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ جو زیور پہنا جاوے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جائے بعض کا اس کی نسبت یہ فتویٰ ہے کہ اُس کی زکوٰۃ نہیں اور جو زیور پہنا جائے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیا جائے۔ اُس پر زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں۔ جو زیور روپیہ کی طرح رکھا جاوے اُس کی زکوٰۃ میں کسی کو اختلاف نہیں۔" (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۱۵)

اِن ارشادات کے پیشِ نظر اصحابِ نصاب کو زکوٰۃ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

اخبارِ احمدیہ — بقیہ صفحہ اوّل

حضور نے بتایا کہ بوسنیا کی خدمت کے سلسلہ میں یورپ کی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت ہی مستعد ہیں۔ یورپ کی بعض چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھی مسلسل اور انتھک خدمت کر رہی ہیں۔ مہاجرین جو اب تک لاکھوں کی تعداد میں مختلف ممالک میں آچکے ہیں۔ اُن کی بچیوں کی شادیوں اور بچوں کی ولادتوں کے موقع پر جماعت نے خدمت کی ہے۔ اسی طرح گرم کپڑے۔ ادویہ اور مالی امداد کی جہاں جہاں ضرورت پیش آتی ہے سب ہی یورپ کی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان تک پہنچا رہی ہیں۔ اس ضمن میں حضور پُر نور نے احبابِ جماعت کی خدمت کے ایمان افروز واقعات سُنائے۔ بوسنین مہاجرین نے کہا کہ ہمارے لئے یہ بات تسکین کا موجب ہے کہ ایک جماعت ایسی ہے جس کا خلیفہ ہمارے لئے بھی اسی طرح دردمند ہے جس طرح اپنی جماعت کے لوگوں کے لئے ہے۔ اور ساری جماعت جو خدمت کر رہی ہے اس کے نتیجہ میں اب انہیں اسلام پر فخر پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پہلے ہم شرماتے تھے اسلام سے۔ اب ہم لوگوں کو بڑے فخر سے بتا رہے ہیں کہ ہاں! ہم مُسلمان ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اس ضمن میں میں یورپ کی جماعتوں کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ مؤاخات کا سلسلہ قائم کریں۔ بعض خاندان بعض خاندانوں کو مستقل اپنی زیرِ کفالت لے لیں۔

اپنے بصیرت افروز خُطبہ جُمعہ کے آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعض گزشتہ صحف کی پیشگوئیاں بیان فرمائیں۔ جن میں یہ ذکر ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں بفضلہ تعالیٰ ایسا انتظام ہو جائے گا کہ اس کی رُوحانی آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے گی۔ چنانچہ اب ڈِش انٹینا کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ایسا ممکن ہو گیا ہے۔ اس بارہ میں گزشتہ کتب میں جو پیشگوئیاں تھیں ان میں سے بعض اس خطبہ میں حضور نے بیان فرمائیں۔ حوالہ جات بیان فرمانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ ڈِش انٹینا کے ذریعہ تمام دُنیا میں امام مہدی کے پیغام کا پہنچایا جانا دراصل پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے صبر کا پھل ہے۔ خطبہ کے آخر میں حضور نے اِس ضمن میں خُطبہ اِلہامیہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ایک اقتباس پیش فرمایا۔

احبابِ جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔

خطبہ جُمعہ کے آخر پر مُسلم ٹیلی ویژن احمدیہ نے برلن (جرمنی) کی احمدیہ مسجد کے بعض سامعین کے تأثرات پیش کئے جو انہوں نے ڈِش انٹینا پر حضرت امیر المومنین کے خُطبہ جُمعہ کو سُن کر بیان کئے۔

صُوبائی اجتماع مجلس انصار اللہ کرناٹک

۱۰ اپریل ۱۹۹۳ء کو مجالس انصار اللہ کرناٹک کا صُوبائی اجتماع بمقام یادگیر ضلع گلبرگہ منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ۔

تمام زعماء کرام علاقہ سے گزارش ہے کہ اِس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے پورا پورا تعاون فرماویں اور ممبران کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کی کوشش کریں۔

صدر مجلس انصار اللہ بھارت۔ قادیان

رمضان المُبارک میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا درس

لنڈن ۲۶ فروری۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے ایام میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہفتہ اور اتوار کو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر درس القرآن دیا کریں گے۔ یہ درس انگلینڈ کے وقت کے مطابق پونے بارہ بجے شروع ہوگا جو ہندوستانی وقت کے مطابق سوا پانچ بجے شام ٹیلی ویژن پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ہفتہ کے دن حضور انور جو درس ارشاد فرمائیں گے اگر اس پر کسی دوست نے کوئی سوال کرنا ہو تو وہ بذریعہ ٹیلی فون سوال کر سکتے ہیں۔ حضور پُر نور اتوار کے دن کے درس میں اس سوال کا جواب بھی ارشاد فرمائیں گے۔ (ادارہ)

قادیان میں رمضان المبارک کے دوران رُوحانی پروگرام

مسجد اقصیٰ میں درسِ قرآن مجید بعد نماز ظہر

اسماء مدرسین کرام	ایام	تاریخ رمضان	از سورۃ تا سورۃ
مکرم حکیم محمد دین صاحب	۴	یکم تا ۴	از سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء
" مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد	۴	۵ تا ۸	" " مائدہ تا " الانفال
" " مظفر احمد خان صاحب	۲	۹ تا ۱۰	" " توبہ تا " ھود
" " محمد نسیم خان صاحب	۳	۱۱ تا ۱۳	" " یوسف تا " کہف
" " منیر احمد صاحب خادم	۳	۱۴ تا ۱۶	" " مریم تا " الفرقان
" " محمد یوسف صاحب انور	۲	۱۷ تا ۱۸	" " الشعراء تا " العنکبوت
" " جاوید اقبال صاحب اختر	۲	۱۹ تا ۲۰	" " الروم تا " یٰسین
" " قریشی محمد فضل اللہ صاحب	۳	۲۱ تا ۲۳	" " الصّٰفّٰت تا " الاحقاف
" " طاہر احمد صاحب چیمہ	۲	۲۴ تا ۲۵	" " محمد تا " المجادلہ
" " محمد انعام صاحب غوری	۴	۲۶ تا ۲۹	" " الحشر تا " النّاس
" " خورشید احمد صاحب انور متبادل	"	" "	" "

بقیہ پروگرام دیکھئے کالم نمبر ۳، ۴ پر

درس حدیث مسجد مبارک ۔ بعد نماز فجر

محترم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد یکم تا ۱۰ رمضان
" حکیم محمد دین صاحب ۱۱ر تا ۲۰ر "
" صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ۲۱ر تا آخر "
" مولوی منیر احمد صاحب خادم متبادل

درسِ حدیث مسجد اقصیٰ بعد نماز فجر

مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری یکم تا ۷ر رمضان
" " مظفر احمد خان صاحب ناصر ۸ر تا ۱۴ر "
" " قریشی محمد فضل اللہ صاحب ۱۵ر تا ۲۱ر "
" " محمد نسیم خان صاحب ۲۲ر تا آخر "

درسِ حدیث مسجد ناصر آباد بعد نمازِ فجر

مکرم مولوی جاوید اقبال صاحب اختر یکم تا ۷ر رمضان
" " طاہر احمد صاحب چیمہ متبادل " "
" " منصور احمد صاحب ۸ر تا ۱۴ر "

مکرم مولوی شیخ محمود احمد صاحب ۱۵ر تا ۲۱ر رمضان
" " خورشید احمد صاحب انور ۲۲ر تا آخر "
" " جلال الدین صاحب نیر (متبادل)

نمازِ تراویح بعد نمازِ عشاء

● مسجد مُبارک :۔
مکرم حافظ نواب احمد صاحب گنگوہی۔
" " مرزا مظہر احمد صاحب (سامع)

● مسجد اقصیٰ :۔
مکرم حافظ مظہر احمد صاحب طاہر
" " سیّد رسول صاحب (سامع)

● مسجد ناصر آباد :۔
مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب
" " شریف الحسن صاحب (سامع)

○

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹرز:۔
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان
PHONE:- 04524 - 649.

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
لتھرا جیولرز
M/S. PARVESH KUMAR S/O SH. GIRDHARI LAL
GOLDSMITH, MAIN BAZAR, QADIAN - 143516.

بہترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی)
C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

QURESHI ASSOCIATES
MANUFACTURERS - EXPORTERS - IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP
OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES
AND SOLID BRASS NOVELTIES/GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS } 4378/4 B. MURARI LAL LANE
ANSARI ROAD, NEW DELHI-110002 (INDIA)
PHONES:- 011-3263992, 011-3282643.
FAX:- 91-11-3755121, SHELKA NEW DELHI.

SUPER INTERNATIONAL
PHONES:-
OFFI:- 6378622
RESI:- 6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCEITY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD,
(ANDHERI EAST) BOMBAY -- 800099.

ارشادِ نبوی
لَاتَعُدْ فِیْ صَدَقَتِکَ
(اپنا صدقہ واپس نہ لے)
(منجانب)
یکے از ارکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS.
۱۹ میسنگو لین کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

NIR
"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
Starline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA - 700015.
پیش کرتے ہیں:۔
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب
ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر
پلاسٹک اور کینوس کے جوتے۔

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
(پیشکش)
باڈی پولیمرز کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
فون نمبرز:۔
43-4028-5137-5206